اُردو

بال بھارتی

چھٹی جماعت

مُفت تقسیم کے لیے

Tele MANAS
National Tele Mental Health Programme
14416

(ٹیلی مینٹل ہیلتھ اسسٹنس اینڈ نیٹ ورکنگ اکراس اسٹیٹس)

Tele MANAS (Tele Mental Health Assistance and Networking Across States)

(14416/1800-89-14416)

قومی ذہنی صحت پروگرام کے تحت ’ٹیلی مانس‘ مرکزی حکومت کی اسپانسر شدہ ایک اسکیم ہے جو ریاست مہاراشٹر میں شروع کی گئی ہے۔ یہ پروگرام اکتوبر 2022 سے جاری ہے۔ ٹیلی مانس کے تحت فون نمبر 14416 کے ذریعے ہفتے کے ساتوں دن، 24 گھنٹے ذہنی صحت سے متعلق جامع خدمات فراہم کی جاتی ہیں۔ اس پروگرام کے تحت مختلف ذہنی مسائل کے شکار افراد کے لیے ماہرین کے ذریعے مشورے اور علاج سے متعلق معلومات دستیاب ہے۔ ٹیلی مانس ہیلپ لائن پر کی جانے والی کال کے ذریعے دی گئی تمام معلومات مکمل رازداری میں رکھی جاتی ہے۔ والدین، طلبہ اور اساتذہ بلا جھجک اپنے مسائل اور پریشانیوں کے بارے میں فون پر بات کریں اور اس ہیلپ لائن سے دیگر لوگوں کو بھی فائدہ اٹھانے کی ترغیب دیں۔

منودرپن ہیلپ لائن

منودرپن (8448440632) یہ مفت ٹیلی فون خدمات جولائی ۲۰۲۰ء سے وزارتِ تعلیم کی جانب سے نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ میں ’منودرپن سیل‘ کے ذریعے طلبہ، سرپرستوں اور اساتذہ کو نفسیاتی رہنمائی اور مدد دینے کے لیے ہفتے کے آٹھوں دن صبح ۸ بجے سے رات ۸ بجے تک فراہم کی جارہی ہیں۔ طلبہ، سرپرست اور اساتذہ ضروری رہنمائی اور مشاورت حاصل کرنے کے لیے اس ہیلپ لائن پر بھی فون کرسکتے ہیں۔

راجیہ شیکشنک سنشودھن و پرشکشن پریشد، مہاراشٹر، پونہ کی جانب سے تیار کردہ نصاب اور درسیات کے مطابق یہ درسی کتاب بنائی گئی ہے اور پریشد کے ذریعے اس کی جانچ کی گئی ہے۔ سرکاری فیصلہ نمبر : ابھیاس - ۲۱۱۶/ (پر۔نمبر ۴۳/۱۶) ایس ڈی - ۴، مؤرّخہ ۲۵/اپریل ۲۰۱۶ء کے مطابق قائم کردہ رابطہ کار کمیٹی کی ۱۹/مئی ۲۰۲۶ء کو منعقدہ نشست میں اس درسی کتاب کو تعلیمی سال ۲۰۲۷-۲۰۲۶ء سے متعین کرنے کی منظوری دی گئی ہے۔

اُردو

بال بھارتی

چھٹی جماعت

سَمگر شِکشا

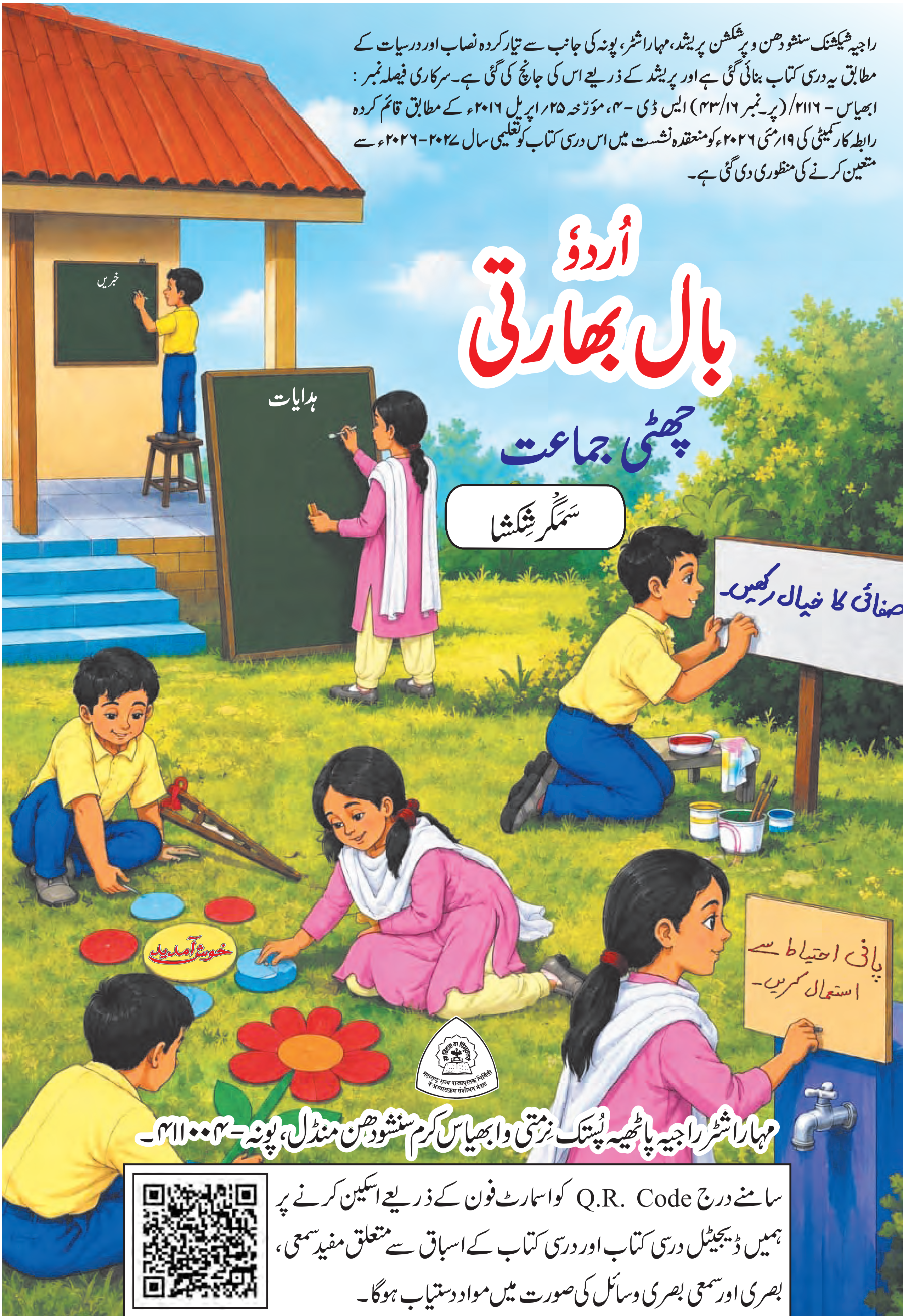

महाराष्ट्र राज्य पाठ्यपुस्तक निर्मिती व अभ्यासक्रम संशोधन मंडळ

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پُستک نِرمتی و ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ - ۴۱۱۰۰۴۔

سامنے درج Q.R. Code کو اسمارٹ فون کے ذریعے اسکین کرنے پر ہمیں ڈیجیٹل درسی کتاب اور درسی کتاب کے اسباق سے متعلق مفید سمعی، بصری اور سمعی بصری وسائل کی صورت میں مواد دستیاب ہوگا۔

پہلا ایڈیشن : ۲۰۲۶ء(2026)

© مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پُستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ - ۴-

اس کتاب کے جملہ حقوق مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ کے حق میں محفوظ ہیں۔ کتاب کا کوئی بھی حصہ ڈائرکٹر، مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہ کیا جائے۔

اُردو لسانی کمیٹی

- ڈاکٹر محمد اسداللہ (صدر)
- جناب محمد عرفان عبدالمناف پٹیل (رکن)
- جناب انتخاب احمد منظور عالم شیخ (رکن)
- جناب شیخ راجو شیخ چاند قریشی (رکن)
- جناب محسن ساحل شیخ الیاس (رکن)
- جناب محمد شریف عبدالمجید مُلّا (رکن)
- محترمہ ریحانہ محمد سلیم سُروے (رکن)
- محترمہ ترنم عباس خان (رکن)
- محترمہ شہناز بیگم خان (رکن)
- جناب توصیف احمد عبدالوہاب (رکن)
- ڈاکٹر ناصرالدین انصار (مہمان رکن)
- جناب شمیم اقبال مومن (مہمان رکن)
- جناب فاروق سیّد (مہمان رکن)
- جناب سیّد خالد اکبر علی (مہمان رکن)
- ڈاکٹر شیخ محمد شرف الدین محمد یوسف (مہمان رکن)
- جناب توصیف پرویز محمد مظفر (نصاب رابطہ کار)
- خان نوید الحق انعام الحق (رکن سکریٹری)

معیار جائزہ کار

- ڈاکٹر ہاشمی سیّد شعیب قمرالدین (ایگزیکیوٹیو آفیسر، اُردو اکادمی)
- محترمہ قمرالنساء اختیار علی سیّد (ایڈوکیٹ)
- محترمہ فریدہ راج (اسپیشل ایجوکیٹر CWSN)

رابطہ کار اُردو

جناب خان نوید الحق انعام الحق

انچارج اسپیشل آفیسر برائے اُردو، بال بھارتی

جناب ناصر علی یعقوب علی شیخ

انچارج اسسٹنٹ اسپیشل آفیسر برائے اُردو، بال بھارتی

ڈی ٹی پی وتزئین

جناب آصف نثار سیّد

یسریٰ گرافکس، شاپ نمبر ۵، انامے بلڈنگ،

۳۰۵، سوموار پیٹھ، پونہ - ۱۱

آرٹسٹ

جناب آصف نثار سیّد

سرورق

شری بھاؤ رام داس باگلے

پروڈکشن

شریمتی متالی شِتپ ، چیف پروڈکشن آفیسر

شری راجندر پانڈلوسکر، پروڈکشن آفیسر

پیپر : 70 جی ایس ایم، کریم واو

پرنٹ آرڈر :

پرنٹر :

ناشر

شری ہیمنت بابر

اِنچارج کنٹرولر

ایم ایس بیورو آف ٹیکسٹ بک پروڈکشن،

پربھادیوی، ممبئی - ۴۰۰۰۲۵

بھارت کا آئین

تمہید

ہم بھارت کے عوام متانت وسنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو
ایک مقتدر سماج وادی غیر مذہبی عوامی جمہوریہ بنائیں
اور اس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں :
انصاف، سماجی ، معاشی اور سیاسی ؛
آزادی خیال، اظہار، عقیدہ ، دین اور عبادت ؛
مساوات بہ اعتبارِ حیثیت اور موقع ،
اور ان سب میں
اُخوّت کو ترقّی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحّاد اور
سالمیت کا تیقّن ہو؛
اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبّیس نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ آئین
ذریعۂ ہٰذا اختیار کرتے ہیں،
وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

بھارت کا آئین

حصہ 4 الف

شہریوں کے بنیادی فرائض

اقتباس 51 الف

بنیادی فرائض – بھارت کے ہر شہری کا یہ فرض ہوگا کہ وہ –

(الف) آئین پر کاربند رہے اور اس کے نصب العین اور اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانے کا احترام کرے۔
(ب) ان اعلیٰ نصب العین کو عزیز رکھے اور ان کی تقلید کرے جو آزادی کی تحریک میں قوم کی رہنمائی کرتے رہے ہیں۔
(ج) بھارت کے اقتدارِ اعلیٰ، اتحاد اور سالمیت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کر کے ان کا تحفّظ کرے۔
(د) ملک کی حفاظت کرے اور جب ضرورت پڑے قومی خدمت انجام دے۔
(ہ) مذہبی، لسانی اور علاقائی وطبقاتی تفرقات سے قطع نظر بھارت کے عوام الناس کے مابین یک جہتی اور عام بھائی چارے کے جذبے کو فروغ دے نیز ایسی حرکات سے باز رہے جن سے خواتین کے وقار کو ٹھیس پہنچتی ہو۔
(و) ملک کی ملی جلی ثقافت کی قدر کرے اور اُسے برقرار رکھے۔
(ز) قدرتی ماحول کو محفوظ رکھے اور بہتر بنائے اور جانداروں کے تئیں محبت وشفقت کا جذبہ رکھے۔
(ح) دانشورانہ رویے سے کام لے کر انسان دوستی اور تحقیقی واصلاحی شعور کو فروغ دے۔
(ط) قومی جائداد کا تحفظ کرے اور تشدد سے گریز کرے۔
(ی) تمام انفرادی اور اجتماعی شعبوں کی بہتر کارکردگی کے لیے کوشاں رہے تاکہ قوم متواتر ترقی کی منازل طے کرنے میں سرگرمِ عمل رہے۔
(ک) سرپرستوں کو چاہیے کہ چھے سے چودہ سال کی عمر کے بچوں کے لیے تعلیم کے مواقع فراہم کرے۔

راشٹر گیت

جَنَ گَنَ مَنَ - اَدِھ نایک جَیَہ ہے
بھارَتَ - بھاگیہ وِدَھاتا۔

پنجاب، سِندُھ، گجرات، مَراٹھا
دراوِڑَ، اُتکَلَ، بَنگَ،

وِندھیہ، ہماچَلَ، یَمُنا، گنگا،
اُچّھلَ جَلَ دِھ تَرَنگَ،

توَ شُبھَ نامے جاگے، توَ شُبھَ آشِس ماگے،
گاہے توَ جَیَہ گاتھا،

جَنَ گَنَ منگَل دَایَک جَیَہ ہے،
بھارَتَ - بھاگیہ وِدھاتا۔

جَیَہ ہے، جَیَہ ہے، جَیَہ ہے،
جَیَہ جَیَہ جَیَہ، جَیَہ ہے۔

عہد

بھارت میرا ملک ہے۔ سب بھارتی میرے بھائی اور بہنیں ہیں۔

مجھے اپنے وطن سے پیار ہے اور مَیں اس کے عظیم و گونا گوں وِرثے پر فخر محسوس کرتا ہوں۔ مَیں ہمیشہ اِس ورثے کے قابل بننے کی کوشش کروں گا۔

میں اپنے والدین، استادوں اور بزرگوں کی عزّت کروں گا اور ہر ایک سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کروں گا۔

میں اپنے ملک اور اپنے لوگوں کے لیے خود کو وقف کرنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اُن کی بہتری اور خوش حالی ہی میں میری خوشی ہے۔

پیش لفظ

پیارے بچّو!

نیا تعلیمی سال شروع ہو چکا ہے۔ آپ کے ہاتھوں میں موجود چھٹی جماعت کی 'بال بھارتی' اُردو زبان دانی کی درسی کتاب دیکھ کر آپ کو یقیناً بہت خوشی ہوئی ہوگی۔

درسی کتاب میں شامل تمام نظموں کو آپ یقیناً پڑھنا اور گانا پسند کریں گے۔ مختلف اسباق اور معلوماتی مضامین پڑھ کر آپ کو اپنے ذاتی تجربات یاد آئیں گے۔ درسی کتاب کے اسباق اور نظموں کو سمجھتے وقت آپ کی قوتِ متخیّلہ کو فروغ حاصل ہوگا۔ ہر سبق اور نظم کے لیے دی ہوئی رنگین، دل کش اور موقع کی مناسبت سے موزوں تصاویر کی وجہ سے آپ کو سبق کے اجزا کو مزید بہتر طریقے سے سمجھنے میں مدد ملے گی۔ درسی کتاب کی تصاویر آپ کو یقیناً پسند آئیں گی۔ یہ درسی کتاب اگرچہ پڑھائی کے لیے ہے، پھر بھی اس سے آپ کی سوچنے کی اور عمل کرنے کی صلاحیت زیادہ سے زیادہ پروان چڑھے گی۔

'معنی و اشارات' عنوان کے تحت دیے ہوئے سبق کے نئے الفاظ بار بار پڑھیں۔ نئے الفاظ کا استعمال بولتے وقت درست طریقے سے کریں۔ اس کی وجہ سے اُردو زبان کے مختلف الفاظ سے واقفیت ہوگی اور اس کے نتیجے میں آپ اچھے طریقے سے اُردو بول سکیں گے۔ 'سوچیے اور بتائیے' عنوان کے تحت دی ہوئی معلومات اور فہم پر مبنی مختلف قسم کی مشقیں مکمل کرنے کی وجہ سے آپ کو سبق کے اجزا کا زیادہ سے زیادہ فہم حاصل ہوگا۔ 'وسعت مرے زباں کی'، 'خود آموزی'، 'غور کیجیے'، 'زورِ قلم'، 'اندازِ بیاں اپنا'، 'تلاش و جستجو'، 'اعادہ' جیسی سرگرمیوں کی وجہ سے آپ میں سوچنے کی، تصور کرنے کی، معلومات حاصل کرنے کی اور مختلف سرگرمیاں مکمل کرنے کی دلچسپی پیدا ہوگی۔ کتابیں، اخبارات، مختلف مضامین اور کمپیوٹر کا استعمال کر کے آپ کو نئی اضافی معلومات حاصل کرنے کی عادت پڑے گی۔ 'لفظوں کا کھیل' اور 'کھیل کھیل میں' کے تحت مختلف حروف اور الفاظ سے تیار ہونے والی مشقیں حل کرنے سے آپ کے ذخیرۂ الفاظ میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہوگا۔ 'آئیے زبان سیکھیں' کے تحت آپ کو قواعد کے نئے اجزا کا تعارف ہونے والا ہے۔ یہ تمام سرگرمیاں انجام دینے کی وجہ سے آپ خالص، درست اور پرکشش اُردو زبان بولنا، پڑھنا اور لکھنا سیکھیں گے۔ گھر میں، اسکول میں، کھیلتے وقت یا دوستوں سے بات کرتے وقت فخر کے ساتھ اُردو زبان کا استعمال کریں گے۔

پیارے بچّو! اس درسی کتاب کے ساتھ دوستی کریں۔ دل لگا کر پڑھیں، سمجھیں، بولیں، لکھیں اور خوشی خوشی سیکھیں۔ آپ کے تعلیمی سفر کے لیے اور اُردو زبان میں آپ کی ترقی اور فروغ کے لیے آپ کو نیک خواہشات!

(انورادھا اوک)

ڈائرکٹر

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ۔

پونہ۔

تاریخ: یکم مئی ۲۰۲۶ء

بھارتی سَور: وَیشاکھ ۱۱، شکے ۱۹۴۸ (یومِ مہاراشٹر)

برائے اساتذہ

چھٹی جماعت کے طلبہ کے معیار اور ذوق کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کتاب کے اسباق کا انتخاب کیا گیا ہے۔ عموماً درسی کتب میں شاعروں اور نثر نگاروں کی چند مشہور تخلیقات کو بار بار شامل کیا جاتا ہے۔ زیر نظر کتاب میں اس روایت سے بچنے کی ممکنہ حد تک کوشش کی گئی ہے اور تنوّع کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

اس درسی کتاب کے اسباق کہانیوں، نظموں، مکالموں اور مضامین پر مشتمل ہیں جن کے انتخاب میں طلبہ کی عمر، نفسیات اور پسندیدہ موضوعات پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ درسی مواد سے طلبہ کی اخلاقی تربیت ہو اور ان کی قوتِ تخیل اور تخلیقی اظہار میں اضافہ ہو۔ زبان کی تدریس کے لیے کتاب میں آسان و سلیس زبان کا استعمال کیا گیا ہے۔ آموزشی ماحصل کی بنیاد پر ہر سبق کے آخر میں اجتماعی یا انفرادی طور پر حل کرنے کے لیے مشقیں اس طرح تیار کی گئی ہیں کہ نئے الفاظ کے معنی، ان کے تلفظ اور استعمال سے طلبہ واقف ہو جائیں اور انھیں کہانیاں، نظمیں، مکالمے وغیرہ لکھنے کی ترغیب حاصل ہو۔ ساتھ ہی شعوری طور پر ان کی قواعد کی معلومات میں اضافے کے لیے 'آیئے زبان سیکھیں' کے تحت قواعد کی معلومات بھی شامل کی گئی ہے۔ اس کتاب میں شامل اے آئی کی مدد سے بنائی ہوئی تصویریں بچوں کو غور وفکر کرنے، گفتگو کرنے اور سبق کے متن کو سمجھنے میں آسانی پیدا کرنے والی ہیں۔

اساتذہ اس کتاب کے ذریعے تدریسی و اکتسابی سرگرمیاں اس طرح کروائیں کہ تمام بچے ان میں شریک ہوسکیں۔ اساتذہ کو چاہیے کہ وہ بچوں میں غور وفکر کی عادت کو فروغ دیں۔ ان کے ساتھ تسہیل کار یا معاون کا برتاؤ رکھیں۔ کمرۂ جماعت میں ایسا ماحول پیدا کریں کہ بچے آزادانہ طور پر اپنی مقامی زبان میں بھی گفتگو کرسکیں اور سوال پوچھ سکیں۔ بچوں کا ادب، کہانیوں کی کتابیں، رسالے وغیرہ کمرۂ جماعت میں بچوں کے لیے دستیاب کرائے جائیں۔ آموزشی ماحصل کے حصول کے لیے درسی کتاب تک محدود نہ رہتے ہوئے دیگر مواد، لسانی وسائل اور جدید سائنسی معلومات کا استعمال لازمی ہے۔ اساتذہ بچوں کو اپنے تاثرات خود ظاہر کرنے، سرگرمیوں اور سوالوں کے ذریعے سیکھنے کا موقع فراہم کریں۔ اراکین اُردو لسانی کمیٹی نے کوشش کی ہے کہ یہ درسی کتاب بچوں میں ذہنی تناؤ اور اُکتاہٹ کم کر کے ان کی اسکولی زندگی کو خوشگوار بنانے میں مؤثر ثابت ہو۔ اس مخلصانہ کوشش کو مزید بہتر بنانے کے لیے اس کتاب میں غور وفکر کرنے، نئے متن کو جاننے کی خواہش بنائے رکھنے، آپسی گفتگو کرنے اور انجام دی جانے والی سرگرمیوں پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔

نظموں کی تدریس میں اکثر مقامات پر الفاظ/ مصرعے/ اشعار وغیرہ آئے ہیں۔ اِس وقت طلبہ کو ان کے اصطلاحی معنی بھی ضرور بتائے جائیں۔ چونکہ وہ 'نظم' کے تصور سے واقف ہیں اس لیے مصرعہ/ شعر کے تصور سے بھی انھیں شعوری طور پر واقف کرانا ضروری ہے۔ اساتذہ غیر درسی کتابوں اور رسالوں سے مختلف کہانیاں اور نظمیں تلاش کر کے مزید اضافی مواد کے طور پر اُن کا استعمال کریں۔ مختلف موضوعات پر اقتباسات سنائیں۔ کوشش کریں کہ جماعت کے ہر طالب علم کو ان سرگرمیوں میں شرکت کا موقع ملے۔

معنی و اشارات کے تحت مشکل الفاظ کے معنی بتائے گئے ہیں۔ اس نہج پر اساتذہ اسباق میں شامل دیگر الفاظ کی مشق بھی کرائیں۔ عبارتوں میں ضروری اعراب لگانے کی اہمیت ہے۔ لہٰذا اس کی بھی مشق کرائیں۔ اساتذہ یہاں کوشش کریں کہ طلبہ مزید الفاظ کے معنی تلاش کرنے کے لیے لغت کا استعمال بھی کریں۔

تمام اسباق میں دی ہوئی خالی جگہیں اسباق کو پیش نظر رکھ کر پُر کرائیں۔ توقع ہے کہ اساتذہ، طلبہ اور سرپرست اس کتاب کا خیر مقدم کریں گے۔

آموزشی ماحصل زبان دانی - چھٹی جماعت

طالب علم -		صفحہ نمبر
1.1.1	متن میں موجود بنیادی نکات کو سمجھ کر ان کا خلاصہ بیان کرتا ہے۔ (خبریں، مضامین، روداد، اداریے وغیرہ)	۴ ، ۱۴ ، ۴۴ ، ۷۹
1.1.2	اشتہارات کو سمجھ کر مطالعہ کرتا ہے۔ اشتہار پر مبنی سوالوں کے جواب دیتا ہے۔	۲۱ ، ۳۳ ، ۳۶
1.2.1	مانوس شخصیت کا انٹرویو، انٹرویو کی منصوبہ بندی / انعقاد۔	۹ ، ۳۹
1.3.1	موزوں زبان کا استعمال کرتے ہوئے مواد پر مبنی سماجی تجربات سے متعلق غیر رسمی اور رسمی سوالات پوچھتا ہے۔	۳۷ ، ۳۹ ، ۸۸
1.4.1	موزوں اسلوب کے ساتھ مختلف مقاصد کے لیے غیر رسمی خط، توصیفی مضمون اور رپورٹ لکھتا ہے۔	۱۴ ، ۳۳ ، ۳۶ ، ۷۵ ، ۸۴ ، ۹۲ ، ۱۰۰
1.5.1	موضوع اور موقع کے مطابق سمعی بصری ذرائع کے لیے نعرہ، پیغام اور مکالمہ لکھتا ہے۔	۶۰ ، ۶۲ ، ۷۲ ، ۹۳
2.1.1	مختلف تہذیبوں اور ادوار کے ادب کی مختلف اصناف سے لطف اندوز ہوتا ہے اور ان کی خصوصیات بیان کرتا ہے۔	۳ ، ۳۱ ، ۴۴ ، ۷۱ ، ۷۲ ، ۱۰۰
2.2.1	قافیہ، صنعتیں اور ذو معنی الفاظ کو سمجھ کر جملوں میں استعمال کر کے ان کی مثالیں پیش کرتا ہے۔	۴ ، ۱۴ ، ۲۴ ، ۲۶ ، ۲۷ ، ۶۸ ، ۷۱ ، ۷۲ ، ۹۶
2.2.2	متن میں استعمال شدہ محاوروں، کہاوتوں کے معنی بتا کر جملوں میں استعمال کرتا ہے۔ مختلف معمے حل کرتا ہے۔	۸ ، ۹ ، ۳۱ ، ۳۲ ، ۴۹ ، ۶۱ ، ۶۲ ، ۷۵ ، ۱۰۰
2.3.1	گھر اور اطراف میں منائے جانے والے تہوار- تقریب کے بارے میں اپنے خیالات کو زبانی اور تحریری طور پر پیش کرتا ہے۔	۳۶ ، ۷۱ ، ۷۲
3.1.1	اسم، اسم کی اقسام، ضمیر اور اس کی اقسام، صفت اور موصوف، صفت کی اقسام، فعل اور اس کی اقسام اور صحیح املا کے اُصول وغیرہ جیسے قواعدِ زبان کے اجزا کی معلومات حاصل کرتا ہے اور اپنی تحریر میں ان کا استعمال کرتا ہے۔	۱۰ ، ۱۳ ، ۲۰ ، ۲۲ ، ۲۵ ، ۲۶ ، ۳۱ ، ۳۲ ، ۳۷ ، ۴۴ ، ۴۵ ، ۵۰ ، ۵۷ ، ۶۸ ، ۷۹ ، ۸۵ ، ۹۶ ، ۱۰۰
3.2.1	نظم اور کہانی جیسی ادبی اقسام کی خصوصیات، انفرادیت، اسلوب اور اہم نکات کو پہچانتا ہے۔	۳ ، ۲۵ ، ۲۶ ، ۳۶ ، ۵۰ ، ۶۰ ، ۶۶ ، ۷۴ ، ۷۸ ، ۸۸
3.3.1	اپنی زبان میں کہانیاں اور نظمیں لکھتا ہے۔	۱۴ ، ۵۰ ، ۵۷ ، ۹۶
4.1.1	مختلف ادبی اصناف کی کتابوں کا مطالعہ کر کے خلاصہ بیان کرتا ہے اور تحریر کرتا ہے۔	۳ ، ۴۴ ، ۷۹
4.2.1	پروجیکٹ کے علاوہ سرگرمیوں کے لیے اساتذہ کی مدد سے حوالہ جاتی مواد تلاش کرتا ہے۔	۱۴ ، ۲۰ ، ۶۷ ، ۸۸
4.3.1	مختلف رسائل میں شائع ہونے والے حالاتِ حاضرہ کے بارے میں معلومات پڑھ کر اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔	۳۳ ، ۵۰ ، ۷۵
5.1.1	زبان کے حروفِ تہجی، حروفِ علت، حروفِ صحیح اور تلفظ کے بارے میں بنیادی معلومات بیان کرتا ہے۔	۱۴ ، ۱۵ ، ۸۵
5.2.1	تقریر کو دلچسپ اور مؤثر بنانے کے لیے فصیح و بلیغ الفاظ کا استعمال کرتا ہے۔	۲۶ ، ۶۲ ، ۹۳
5.3.1	زبان میں موجود مزاح اور لفظوں کے الٹ پھیر کے کھیل سے واقفیت حاصل کرتا ہے۔	۵۰ ، ۷۹
5.4.1	آسان لفظی معمے/ لفظی کھیل خود تیار کرتا ہے۔	۹ ، ۳۹ ، ۲۷ ، ۷۹ ، ۸۵

سال کے اختتام پر درج بالا آموزشی ماحصل کا حصول متوقع ہے۔ مندرج صفحات کے علاوہ دیگر صفحات کے مشمولات سے بھی آموزشی ماحصل کا حصول ممکن ہے۔

مخصوص ضروریات کے حامل طلبہ کی درس و تدریس کے لیے اساتذہ اشاراتی علامات کی زبان (Sign Language) اور دیگر معاون تدریسی طریقوں کا استعمال کریں۔ مخصوص ضروریات کے حامل طلبہ کو جس طریقے سے بھی ممکن ہو انھیں اظہار کرنے کا موقع دیں۔

فہرست

نمبر شمار	اسباق	صنف	شاعر/مصنف	صفحہ نمبر
	پہلی اکائی			
۱۔	حمد	نظم	عرفانؔ جعفری	۱
۲۔	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	سوانح	ڈاکٹر محمد شرف الدین ساحلؔ	۵
۳۔	والدین کا سایہ	نظم	قتیلؔ شفائی	۱۲
۴۔	آئیے لغت دیکھیں	تعلیمی مکالمہ	ڈاکٹر عصمت جاویدؔ	۱۶
۵۔	رات اور ریل	نظم	اسرار الحق مجازؔ	۲۳
	دوسری اکائی			
۶۔	لاڈلا بیٹا	کہانی	شوکت تھانوی	۲۸
۷۔	دو یار	نظم	ظفرؔ گورکھپوری	۳۴
۸۔	پیرس کی سیر	سفر نامہ	مجتبیٰ حسین	۴۰
۹۔	بارش کا پہلا قطرہ	نظم	اسماعیلؔ میرٹھی	۴۷
۱۰۔	ذرا سی دیر	ڈراما	نور العین علی	۵۱
	تیسری اکائی			
۱۱۔	تعلیم کا مقصد	نظم	محمد حسین آزادؔ	۵۸
۱۲۔	گرگٹ	کہانی	آنتون چیخوف	۶۳
۱۳۔	عید الفطر	نظم	نظیرؔ اکبر آبادی	۶۹
۱۴۔	خطوط	خط	خواجہ حسن نظامیؒ، مولانا آزاد	۷۳
۱۵۔	چند نصیحتیں	نظم	علامہ اقبالؔ	۷۶
	چوتھی اکائی			
۱۶۔	کبوتر والا	کہانی	سراج انور	۸۰
۱۷۔	نیوٹن	نظم	رفیع احمد	۸۶
۱۸۔	بی اماں	خاکہ	فاروق سیّد	۸۹
۱۹۔	اے وطن، میرے وطن	نظم	مخمورؔ سعیدی	۹۴
۲۰۔	حوصلے کی بلندی	کہانی	محمد حسن فاروقی	۹۷
	اضافی مطالعہ			
	• ہافکن انسٹی ٹیوٹ		• بیربل کی حاضر جوابی	۱۰۲ تا ۱۰۴

حمد

عرفانؔ جعفری

تعارف عرفانؔ جعفری کا اصل نام عبداللہ جعفری ہے۔ وہ ۲۲ ؍اکتوبر ۱۹۵۹ء کو الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد قیصرؔ الجعفری ایک مشہورِ زمانہ شاعر تھے۔ عرفانؔ جعفری نے انجمنِ اسلام سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد ممبئی کے برہانی کالج سے گریجویشن کیا اور ریلوے کے کمپیوٹر محکمے سے ۳۷؍ برسوں تک وابستہ رہے۔ وہ ایک سنجیدہ شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کا ایک شعری مجموعہ 'بنجارہ' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ وہ ملک و بیرونِ ملک مشاعروں کی نظامت کے لیے بھی بلائے جاتے ہیں۔ انھیں مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو ساہتیہ اکادمی کے 'ساحرؔ لدھیانوی انعام برائے شاعری' سے نوازا گیا ہے۔

پہلی بات زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، سمندر، پہاڑ، دن رات اور بدلتے ہوئے موسم؛ یہ سب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیدا کیے ہیں۔ پھولوں کی خوشبو، پھلوں کی مٹھاس، تتلیوں کے رنگ، جگنوؤں کی چمک؛ یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتیں انسان کو میسر ہیں جنھیں دیکھ کر انسان بے ساختہ اپنے رب کی تعریف کرنے لگتا ہے۔ اللہ کی تعریف کو 'حمد' کہتے ہیں۔ اس حمد میں عرفانؔ جعفری نے اللہ کی عطاؤں کا ذکر بڑے ہی دل کش انداز میں کیا ہے۔

ترا کرم ہی مجھے اعتبار دیتا ہے ۔۔۔ دِل و نظر پہ تجلّی اُتار دیتا ہے
دعا کو ہاتھ اُٹھاؤں تو میری بے صبری ۔۔۔ کہ بے طلب مِرا پروردگار دیتا ہے
ترے ہی نام سے کلیوں میں جان آتی ہے ۔۔۔ ترا ہی نام چمن کو نکھار دیتا ہے
ترا کمال کہ وادی میں برف جمتی ہے ۔۔۔ ترا جمال کہیں آبشار دیتا ہے
ہوا میں تو ہی بساتا ہے پھول کی خوشبو ۔۔۔ زمیں کو سایۂ ابرِ بہار دیتا ہے

تِری ثنا کرے دن رات مجھ سا کم مایہ   تِرا کرم ہے جو یہ اختیار دیتا ہے
اِدھر زمیں پہ رگڑتی ہے پاؤں تشنہ لبی   اُدھر تو ریت میں چشمہ اُبھار دیتا ہے
دِیا رسولؐ کی صورت ہمیں چراغ ایسا   جو راستوں کا مقدّر سنوار دیتا ہے
عجیب چیز ہے عرفاؔن اس کا پیمانہ
میں ایک بُوند جو مانگوں ہزار دیتا ہے

خلاصۂ کلام یہ حمد اللہ تعالیٰ کی قدرت، مہربانی اور انسان پر اس کے مسلسل کرم کو بیان کرتی ہے۔ شاعر یہ بتاتا ہے کہ اللہ کی عطا اور رحمت انسان کے دل میں یقین، ہمت اور سکون پیدا کرتی ہے۔ جب بندہ دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاتا ہے تو اللہ اس کی کمزوری اور بے صبری کے باوجود اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔ کئی بار بغیر مانگے بھی اُسے نعمتیں عطا کر دیتا ہے۔ اللہ کی قدرت مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ پھولوں کی خوشبو، تازہ ہوا، بارش کا برسنا، بہار کی ہریالی، زمین کی رونق یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں جو انسان کی زندگی کو خوب صورت اور آرام دہ بناتی ہیں۔ شاعر نے حضرت اسماعیلؑ کے ایک مشہور واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ان کے ایڑیاں رگڑنے پر زم زم کا چشمہ پھوٹ پڑا تھا۔ آخر میں شاعر کہتا ہے کہ اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں انسان کو ایسی روشنی اور رہنمائی عطا کی ہے جو اس کی زندگی کے راستوں کو صحیح سمت میں لے جاتی ہے اور اسے بھٹکنے نہیں دیتی۔ اللہ تعالیٰ سے کم بھی مانگو تو بہت عطا کرتا ہے۔

معنی و اشارات

اعتبار	بھروسا	پروردگار	پالنے والا مراد اللہ تعالیٰ
تجلّی	روشنی	کم مایہ	بے حیثیت
بے طلب	بنا مانگے	تشنہ لبی	پیاس

مشق

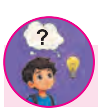

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ ہمیں اعتبار کون دیتا ہے؟
۲۔ پروردگار کیسے دیتا ہے؟
۳۔ اللہ پھول کی خوشبو کہاں بساتا ہے؟
۴۔ نظم میں چراغ کسے کہا گیا ہے؟
۵۔ اس نظم میں کون سے نبیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟
۶۔ اللہ تعالیٰ کے پیمانے کی کیا خوبی ہے؟

مفت تقسیم کے لیے

مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ حمد کس نظم کو کہتے ہیں؟
۲۔ شاعر نے اللہ کے جمال اور کمال کو کس طرح بیان کیا ہے؟
۳۔ حمد میں پیش کی گئی اللہ کی مہربانیوں کو اپنے الفاظ میں لکھیے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ کی دو ایسی مہربانیاں لکھیے جو اس حمد میں بیان نہیں کی گئی ہیں۔

شعر کی تشریح کیجیے۔

۱۔ دعا کو ہاتھ اُٹھاؤں تو میری بے صبری　　　کہ بے طلب مرا پروردگار دیتا ہے
۲۔ دیا رسولؐ کی صورت ہمیں چراغ ایسا　　　جو راستوں کا مقدر سنوار دیتا ہے

خود آموزی

شعر مکمل کیجیے۔

۱۔ ترے ہی نام سے کلیوں میں جان آتی ہے　　　..
۲۔ ....　　　ترا کرم ہے جو یہ اختیار دیتا ہے

درج ذیل الفاظ کے ہم معنی لفظ نظم سے تلاش کر کے لکھیے۔

۱) مہربانی　　۲) قلب　　۳) گل　　۴) جھرنا　　۵) نصیب　　۶) قطرہ

حمد کے مطابق درست جواب کے دائرے میں رنگ بھریے۔

۱۔ ترا کرم ہی مجھے ....
- ◯ اعتبار دیتا ہے　　◯ وقار دیتا ہے
- ◯ بہار دیتا ہے　　◯ مقدر سنوار دیتا ہے

۲۔ ترا کمال کہ وادی میں ....
- ◯ شور ہوتا ہے　　◯ دھوپ پڑتی ہے
- ◯ پھول کھلتے ہیں　　◯ برف جمتی ہے

۳۔ ترا کرم ہے جو ....
- ◯ یہ آبشار دیتا ہے　　◯ چشمہ اُبھار دیتا ہے
- ◯ تجلّی اُتار دیتا ہے　　◯ یہ اختیار دیتا ہے

۴۔ میں ایک بوند جو مانگوں ....
- ◯ بے شمار دیتا ہے　　◯ صبر و قرار دیتا ہے
- ◯ ہزار دیتا ہے　　◯ بہار دیتا ہے

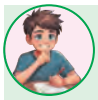

درج ذیل خاکہ مکمل کیجیے۔ہم اپنی روزمرہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے اور اسے یاد کرنے کے لیے کون سے کلمات استعمال کرتے ہیں؟

اللہ کی حمد وثنا کے طریقے

کسی کی کامیابی کی خبر ملنے پر	جب اللہ کا شکر ادا کرنا ہو ....
جب مستقبل میں کوئی کام کرنا ہو	جب اللہ سے معافی مانگنی ہو ....

سرگرمی/منصوبہ:

ا۔ حمد کو ترنم سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ پڑھیے اور زبانی یاد کیجیے اور خلاصہ لکھیے۔

۲۔ اپنے اسکول کی لائبریری، سوشل میڈیا اور اخبارات ورسائل کی مدد سے ایسی نظمیں تلاش کیجیے جن میں اللہ کی تعریف اور عظمت بیان کی گئی ہو۔

آیئے زبان سیکھیں

صنعتِ تلمیح

درج ذیل شعر کو توجہ سے پڑھیے:

اِدھر زمیں پہ رگڑتی ہے پاؤں تشنہ لبی
اُدھر تو ریت میں چشمہ اُبھار دیتا ہے

اس شعر میں حضرت اسماعیلؑ کے مشہور واقعے کی طرف اشارہ ہے جب وہ ننھے سے بچے تھے اور صحرا میں پیاس کے مارے ان کے ایڑیاں رگڑنے پر اللہ کی قدرت سے زم زم کا چشمہ اُبل پڑا تھا۔

جب نثر یا نظم میں کسی مشہور واقعے کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اور ہمارا ذہن فوراً اس واقعے کی طرف چلا جاتا ہے تو اسے 'صنعتِ تلمیح' کہتے ہیں۔

☆ درج ذیل اشعار میں موجود تلمیح کے واقعات کو اپنے استاد سے معلوم کر کے مختصراً لکھیے۔

ا۔ نارِ نمرُود کو کیا گُلزار
دوست کو یوں بچا لیا تو نے

۲۔ دریا نے خشک ہوکر
موسیٰؑ کو راہ دے دی

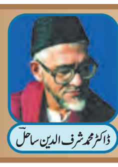
ڈاکٹر محمد شرف الدین ساحل

۲ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

تعارف

ڈاکٹر محمد شرف الدین ساحل ۲/اگست ۱۹۴۹ء کو ناگپور میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ناگپور یونیورسٹی سے اُردو، فارسی اور عربی میں ایم.اے. کیا۔ پھر اُردو میں دو بار پی.ایچ.ڈی. کی ڈگریاں حاصل کیں۔ انھوں نے زبان وادب کی مختلف اصناف میں بہت کام کیا۔ مختلف موضوعات پر ان کی پچاس سے زائد تصانیف شائع ہو چکی ہیں جنھیں کئی اعزازات بھی ملے ہیں۔ اس کے علاوہ انھیں مہاراشٹر راجیہ اُردو ساہتیہ اکادمی کا 'ولی دکنی ایوارڈ برائے ادبی خدمات' بھی مل چکا ہے۔ 'تازگی' بچوں کے لیے لکھی گئی ان کی نظموں کا مجموعہ ہے۔

پہلی بات

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جن صحابہؓ نے اسلامی حکومت کی سربراہی کی انھیں 'خلیفہ' کہا جاتا ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی اور اسلام عرب سے باہر بھی پھیل گیا۔ اس وجہ سے اسلامی حکومت کو بہتر اور منظّم طریقے سے چلانے کی ضرورت پیش آئی۔ رسولِ اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ مسلمانوں کے خلیفہ ہوئے۔

اس سوانحی سبق میں حضرت عمر فاروقؓ کے سادہ طرزِ زندگی، عدل و انصاف، اچھے اخلاق اور اعلیٰ کردار کو بیان کیا گیا ہے۔

حضرت عمرؓ کی زندگی سے ہمیں سچائی، انصاف اور ذمہ داری کا درس ملتا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ تھے۔ ان کے والد کا نام خطّاب تھا۔ حضرت عمرؓ ۵۸۳ء میں مکّے میں پیدا ہوئے۔ جب بڑے ہوئے تو اپنے والد کے اونٹ چَرانے لگے۔ انھوں نے پہلوانی اور شہسواری کے فنون میں مہارت حاصل کی اور پڑھنا لکھنا بھی سیکھا۔ حضرت عمرؓ تجارت کرتے تھے۔ تجارت کے سلسلے میں انھوں نے دور دراز کے سفر کیے اور دولت کمانے کے علاوہ علم اور تجربہ بھی حاصل کیا۔

حضرت عمرؓ کا شمار مکّے کے سرداروں میں ہوتا تھا۔ شروع میں مکّے کے دوسرے سرداروں کی طرح انھوں نے بھی اسلام کی دعوت کو قبول نہیں کیا بلکہ اس کی شدید مخالفت کی لیکن اللہ نے حضرت عمرؓ کے دل کو اسلام کی جانب پھیر دیا۔ چنانچہ حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے مسلمان چُھپ کر نماز پڑھا کرتے تھے لیکن حضرت عمرؓ نے اعلانیہ اپنے اسلام قبول کرنے کا اظہار کیا اور کعبے میں نماز ادا کی۔ جب اہلِ قریش کا ظلم وستم حد سے بڑھ گیا تو اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ نے ہجرت کا حکم دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس وقت کُھلے طور پر مکّے سے مدینہ ہجرت کی۔ حضرت عمرؓ نے مدینے میں بھی حضرت محمد ﷺ کا ہر موقع پر ساتھ دیا اور اسلام کی حفاظت کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ اسلام کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کو خلیفہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کی مدت دس برس، چھے مہینے اور چار دن ہے۔ ان کی خلافت کے دور میں اسلامی حکومت بہت وسیع ہوگئی تھی۔ اتنی بڑی حکومت کو سنبھالنے کے لیے انھوں نے ایک باقاعدہ نظام قائم کیا۔ مفتوحہ ملکوں کو صوبوں میں تقسیم کرکے ہر صوبے کے انتظام کے لیے ایک 'عامل' مقرر کیا۔ بیت المال، عدالت، آبپاشی، فوج اور پولس کے محکمے قائم کیے۔ شہر آباد کروائے، نہریں کھدوائیں، مہمان خانے تعمیر کروائے، فوجی چھاؤنیاں بنوائیں، جیل خانے بنوائے، مردم شماری کروائی اور مکاتب قائم کیے۔ حضرت عمرؓ کی ہدایت پر صلاح مشورے کے بعد ہجرت کے واقعے کو بنیاد بنا کر ہجری کیلنڈر کی ابتدا کی گئی۔

حضرت عمرؓ ایک انصاف پسند خلیفہ تھے۔ ان کی نظر میں اپنے پرائے، امیر غریب سب برابر تھے۔ حضرت عمرؓ راتوں کو گشت کرکے لوگوں کا حال معلوم کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ گشت کرتے ہوئے مدینے سے تین میل دور پہنچے۔ دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور دو تین بچے بلک بلک کر رو رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے سبب پوچھا تو عورت نے بتایا، "بچوں کو کئی وقت سے کھانا نہیں ملا ہے، انھیں بہلانے کے لیے میں نے پانی میں کنکر ڈال کر ہانڈی چولھے پر چڑھا دی ہے۔" حضرت عمرؓ فوراً مدینہ آئے۔ بیت المال سے کھانے پکانے کی چیزیں لیں اور اپنے غلام اسلم سے کہا، "اسے میری پیٹھ پر لاد دو۔"

اسلم نے کہا، "یہ سامان میں لیے چلتا ہوں۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا، "کیا قیامت میں بھی میرا بوجھ تم اُٹھاؤ گے؟" چنانچہ حضرت عمرؓ خود ہی بیت المال سے سامان لے کر پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے خود چولھا پھونکا۔ کھانا تیار ہوا تو بچوں نے سیر ہو کر کھایا اور اُچھلنے کودنے لگے۔ حضرت عمرؓ ان کو دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ عورت کہنے لگی، "خلیفہ تو تمھیں ہونا چاہیے تھا، نہ کہ عمرؓ کو۔"

حضرت عمرؓ آبدیدہ ہو کر بولے، "اللہ میری غفلت کو معاف فرمائے۔ میں ہی عمر ہوں۔ تم بھی میری غلطی کو معاف کر دو کہ میں اتنے دن تمھاری حالت سے بے خبر رہا۔"

حضرت عمرؓ کی خلافت میں اتنی آزادی تھی کہ عام لوگ بھی بے خوف ہو کر ان سے گفتگو کرتے اور اپنی ضرورتیں بیان کرتے۔

حاجت مندوں کے لیے ان کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ اللہ کے راستے میں جانے والوں کے گھروں پر جا کر خیریت معلوم کرتے۔ ان کی ضرورتیں پوری کرتے۔ میدانِ جنگ سے ان کے نام خطوط آتے تو خود گھر گھر جا کر انھیں پہنچاتے۔ کسی نابینا اور معذور کو دیکھتے تو اس کے لیے وظیفہ مقرر کر دیتے۔ انھیں بیت المال کی حفاظت اور نگرانی کی بہت فکر رہا کرتی تھی۔

ایک عظیم الشان حکومت کا خلیفہ ہونے کے باوجود حضرت عمرؓ نہایت سادہ زندگی گزارتے تھے۔ ان کے لباس پر کئی پیوند ہوتے تھے۔ بہت ہی معمولی اور سادہ غذا استعمال کرتے اور مسجد کے کسی بھی گوشے میں فرش پر لیٹ جاتے تھے۔ وہ تقویٰ، پرہیزگاری، حق پرستی، راست گوئی اور عدل و انصاف کا پیکر اور اسلامی اخلاق کا بہترین نمونہ تھے۔

ایک مجوسی غلام فیروز ابولؤلؤ نے ۶۴۴ء میں حضرت عمرؓ پر خنجر سے اچانک حملہ کیا۔ زخم اتنا کاری تھا کہ وہ جانبر نہ ہو سکے۔ انھیں حضرت محمد ﷺ کے پہلو میں دفن ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

خلاصہ اس سبق میں خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروقؓ کی شخصیت کے چند اہم پہلوؤں کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ تجارت کیا کرتے تھے۔ پہلوانی اور شہسواری میں ماہر تھے اور لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے۔ ان کا شمار مکّے کے سرداروں میں ہوتا تھا۔ انھوں نے قبولِ اسلام کے بعد مخالفین کا مقابلہ کرتے ہوئے کعبۃ اللہ میں نماز ادا کی۔ حضرت محمد ﷺ کے حکم پر انھوں نے مکّے سے مدینہ ہجرت کی۔ حضرت عمرؓ کے مشورے سے حضورؐ کی ہجرت کو بنیاد بنا کر ہجری کیلنڈر کا آغاز کیا گیا۔ حضرت عمرؓ انصاف پسند خلیفہ تھے۔ اپنی حکومت میں ہر خاص و عام کا خیال رکھتے تھے۔ حسنِ سلوک اور انصاف پسندی سے متعلق ان کے بہت سے واقعات مشہور ہیں جن میں ایک خاتون کا ہانڈی میں کنکر اُبالنا، سپاہیوں کے گھروں پر جا کر خیریت دریافت کرنا جیسے واقعات اس مضمون کا حصہ ہیں۔ ایک عظیم حکومت کے خلیفہ ہونے کے باوجود حضرت عمرؓ نہایت سادگی سے زندگی گزارتے تھے۔ وہ تقویٰ، پرہیزگاری، حق پرستی، راست گوئی اور عدل و انصاف کی شاندار مثال تھے۔ ایک مجوسی کے حملے کے نتیجے میں انھوں نے شہادت پائی اور حضرت محمد ﷺ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

معنی و اشارات

شہسواری	گھوڑے کی سواری	آبدیدہ ہونا	آنکھ میں آنسو بھر آنا
دل کو پھیر دینا	خیالات کو بدل دینا	تقویٰ	خدا کا خوف
اعلانیہ	کھلے عام	پرہیزگاری	برائی سے بچنا
مفتوحہ	فتح کیا ہوا	راست گوئی	سچ بولنا
بیت المال	اسلامی حکومت کا خزانہ	مجوسی	آگ کی پوجا کرنے والا
مردم شماری	کسی علاقے میں رہنے والے افراد کی گنتی	کاری	گہرا، مہلک، کام تمام کرنے والا
مکاتب	مدرسے، مکتب کی جمع	جانبر نہ ہو سکے	مراد انتقال ہو گیا
ہجری کیلنڈر	اسلامی کیلنڈر جو حضورؐ کی ہجرت سے شروع ہوا		

مشق

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ حضرت عمرؓ نے کون سے فنون میں مہارت حاصل کی تھی؟
۲۔ اللہ کے رسول حضرت محمدؐ نے ہجرت کا حکم کب دیا؟
۳۔ ہجرت کے واقعے کو بنیاد بنا کر کون سا اہم کام کیا گیا؟
۴۔ بچوں کو بہلانے کے لیے ماں نے کیا کیا؟
۵۔ حضرت عمرؓ کے غلام کا نام کیا تھا؟
۶۔ حضرت عمرؓ کا لباس کیسا ہوتا تھا؟
۷۔ حضرت عمرؓ پر خنجر سے وار کرنے والے مجوسی کا نام بتائیے۔
۸۔ حضرت عمرؓ کو کس جگہ دفن ہونے کا شرف حاصل ہے؟

مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ حضرت عمرؓ آبدیدہ کیوں ہو جایا کرتے تھے؟
۲۔ حضرت عمرؓ کا معمول اپنے الفاظ میں لکھیے۔
۳۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
۴۔ حضرت عمرؓ کو اسلامی اخلاق کا بہترین نمونہ کیوں کہا جاتا ہے؟

تفصیل سے جواب لکھیے۔

۱۔ ایک وسیع حکومت کو سنبھالنے کے لیے حضرت عمرؓ نے کس طرح کا نظام قائم کیا؟
۲۔ حضرت عمرؓ کے گشت کرنے کا واقعہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔
۳۔ حضرت عمرؓ کی خوبیاں بیان کیجیے۔

جملوں میں استعمال کیجیے۔

۱۔ دل پھیرنا
۲۔ تن من دھن کی بازی لگانا
۳۔ آبدیدہ ہونا
۴۔ حالت سے بے خبر رہنا
۵۔ عظیم الشان
۶۔ شرف حاصل ہونا
۷۔ مہارت حاصل کرنا
۸۔ بوجھ اُٹھانا
۹۔ نگرانی کرنا
۱۰۔ راست گوئی

وجہ بیان کیجیے۔

۱۔ بچے بلک بلک کر رو رہے تھے۔
۲۔ حضرت عمرؓ خود ہی بیت المال سے سامان لے کر پہنچے۔

درج ذیل جملے کس نے کہے؟

۱۔ ”بچوں کو کئی وقت سے کھانا نہیں ملا ہے۔“

۲۔ ”اسے میری پیٹھ پر لاد دو۔“

۳۔ ”یہ سامان میں لیے چلتا ہوں۔“

۴۔ ”خلیفہ تو تمھیں ہونا چاہیے تھا، نہ کہ عمرؓ کو۔“

سرگرمی/منصوبہ:

۱۔ ہجری کیلنڈر کی مدد سے قمری مہینوں کے ناموں کی فہرست ترتیب دیجیے۔

۲۔ خلفائے راشدین کی مختصر معلومات حاصل کر کے لکھیے۔

۳۔ گوشۂ مطالعہ سے کسی معروف شخصیت کا انٹرویو پڑھ کر استاد کی مدد سے انٹرویو کی منصوبہ بندی کر کے انعقاد کیجیے۔

کھیل کھیل میں

سبق میں موجود دس الفاظ معمّے میں تلاش کر کے ان کے گرد نشان لگائیے۔ مثال: قریش

ف	م	ر	د	م	ش	م	ا	ر	ی
خ	ڈ	ر	ق	گ	ف	ل	س	ژ	چ
ل	ا	و	ی	ع	د	ا	ل	ت	ڑ
ی	ح	ذ	س	م	ظ	ن	م	ق	خ
ف	ب	خ	ج	ر	ث	ی	ح	ا	ا
ہ	ڈ	ض	ر	ف	غ	ق	م	ق	ن
ج	ق	م	ک	ا	ت	ب	د	ر	ص
ر	ط	ف	ک	ر	گ	ج	ل	ی	ا
ت	ش	ہ	س	و	ا	ر	ی	ش	ف
ا	خ	ل	ا	ق	ض	پ	ڑ	ا	ل

اوپر سے نیچے:

(۱) خلیفہ (۲) ہجرت (۳) عمر فاروقؓ (۴) اسلم (۵) انصاف

دائیں سے بائیں:

(۱) مردم شماری (۲) عدالت (۳) مکاتب (۴) شہسواری (۵) اخلاق

فاعل، مفعول، فعل

اُردو قواعد میں فاعل، مفعول، فعل جملے کے بنیادی اجزا ہیں۔ فعل کام کو، فاعل کام کرنے والے کو اور مفعول اس چیز یا شخص کو کہتے ہیں جس پر کام واقع ہو۔ اس کی ترتیب یوں ہے:

فاعل + مفعول + فعل

مثال: احمد (فاعل) کتاب (مفعول) پڑھتا ہے۔ (فعل)

فاعل: جملے میں کام کرنے والے شخص یا چیز کو فاعل کہتے ہیں۔

مفعول: وہ شخص یا چیز جس پر کام کیا جائے یا جس کے ذریعے کام لیا جائے، اسے مفعول کہتے ہیں۔

فعل: فعل ایسا لفظ ہوتا ہے جس سے کسی کام کا ہونا یا کرنا زمانے (ماضی، حال، مستقبل) کے لحاظ سے پایا جائے۔

مثال: کھایا، پڑھتا ہے، سوئے گا

مثال: ۱) بچہ (فاعل) گیند (مفعول) کھیل رہا ہے۔ (فعل)

۲) امی (فاعل) نے روٹی (مفعول) بنائی۔ (فعل)

۳) پرندہ (فاعل) دانہ (مفعول) کھائے گا۔ (فعل)

پہیلی

ہے اک ایسا بھی مہمان، ناک پہ بیٹھے پکڑے کان۔

کیا آپ اس پہیلی کا جواب بتا سکتے ہیں؟ جواب ہے: عینک۔

اتا پتا یا خصوصیات بتا کر کسی چیز کا نام پوچھنا پہیلی بوجھنا کہلاتا ہے۔ کوئی گول مول بات کرے تو کہا جاتا ہے پہیلیاں کیوں بجھوا رہے ہو، صاف صاف بات کرو۔ پہیلیاں نظم میں بھی ہوتی ہیں اور نثر میں بھی۔ امیر خسرو کی پہیلیاں بہت مشہور ہیں۔ پہیلیاں چھوٹے چھوٹے جملوں اور فقروں کی شکل میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً: خدا کا دیا سر پر (چاند)، چھوٹا منہ بڑی بات (توپ)، چار کھڑے چار پڑے ایک ایک کے منہ میں دو دو بڑے (چار پائی)۔

کھیل کھیل میں

مفت تقسیم کے لیے

☆ نیچے چند پہیلیاں دی ہوئی ہیں جن کا جواب کسی پھل، سبزی یا کسی چیز کے نام میں پوشیدہ ہے۔ اپنے ہم جماعت ساتھیوں اور گھر کے بڑوں کے ساتھ مل کر ان کا جواب تلاش کیجیے۔

(اشارہ : جامن، موبائل، ہری مرچ، آم، انناس، قینچی، بیر، مہندی، انار، گلاب جامن)

۱) لال پھل کانٹے لدا کھاوے جگ سنسار — بیر بیر میں کہت ہوں بوجھے نا کوئی گنوار

۲) سر کاٹو تو امن بنے اور پاؤں کاٹو تو پیالہ — امیر خسرو یوں کہے ، رنگ اُس کا کالا

۳) لال صندوق پیلے خانے — اندر بیٹھے ہیں یاقوت کے دانے

۴) عجب سنی ایک بات — نیچے پھل اور اوپر پات

۵) پتّی پتّی اس کی ہری ہے — پس جائے تو لال پری ہے

۶) ایک ہی کف میں دو شمشیریں — دیکھیے کیا کیا کاٹیں چیریں

۷) ہر برس وہ دیس میں آئے — منہ سے منہ ملا رس پلائے
اس کی خاطر خرچے دام — آپ بتائیں اس کا نام

۸) اگر کہیں مجھ کو پا جاتا — بڑے پریم سے طوطا کھاتا
بچّے بوڑھے اگر کھا جاتے — بے چین ہوکر جل منگواتے

۹) گول گول ہوں نرم نرم ہوں — آدھی پھل ہوں آدھی پھول
چاہے کاٹ کاٹ کر کھاؤ — چاہے پوری چٹ کر جاؤ

۱۰) اس کے کان پہ میرا منہ — میرے منہ پر اس کا کان
پاس نہیں ہم دونوں پھر بھی — باتیں کیں کیسے ؟ پہچان

قتیل شفائی

۳ والدین کا سایہ

تعارف قتیلؔ شفائی اُردو کے مشہور شاعر اور نغمہ نگار تھے۔ ان کا اصل نام اورنگ زیب خان تھا۔ وہ ۲۴/ دسمبر ۱۹۱۹ء کو ہری پور، پاکستان میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنی شاعری میں محبت، انسانیت اور زندگی کے خوب صورت جذبات کو نہایت نرم اور پُر اثر انداز میں بیان کیا۔ قتیلؔ شفائی نے فلموں کے لیے بھی خوب صورت نغمے لکھے، جو آج بھی مقبول ہیں۔ ان کی مشہور کتابوں میں 'مطربہ'، 'گزر گیا جو زمانہ' اور 'داغ داغ اُجالا' شامل ہیں۔ ان کا انتقال ۱۱/ جولائی ۲۰۰۱ء کو لاہور میں ہوا۔

پہلی بات ہم پر اللہ تعالیٰ کے اَن گنت احسانات ہیں۔ اس نے ہمیں بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں۔ ماں باپ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ جو اپنی اولاد سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اور ہر وقت ان کی بھلائی چاہتے ہیں۔ جہاں ماں کی محبت میں نرمی اور قربانی ہوتی ہے وہیں باپ کا پیار خاموش مگر مضبوط ہوتا ہے۔ قتیلؔ شفائی نے نظم 'والدین کا سایہ' میں ماں باپ کی محبت اور ان کی اہمیت کو سادہ اور سلیس انداز میں پیش کیا ہے۔

ماں کی گود اور باپ کا سایا
پیار کی جنّت بن کر آیا

آنکھ تھی جس دن ہم نے کھولی — جھوُلا بنی تھی ماں کی جھولی
پیار سے ہم کو چوُم رہا تھا — باپ کا دل بھی جھوُم رہا تھا

ہم روئے تو اس نے ہنسایا
ماں کی گود اور باپ کا سایا
پیار کی جنّت بن کر آیا

ہم نہ کسی سے بھی ڈرتے تھے — روز نئی اک ضد کرتے تھے
امّی چاند کی سیر کرا دو — ابّا ہمیں جہاز منگا دو

جو کچھ مانگا ہم نے پایا
ماں کی گود اور باپ کا سایا
پیار کی جنّت بن کر آیا

ماں کے پیار کو بھول نہ جانا باپ کے دل کو تم نہ دُکھانا
دور ہیں ان کی شفقت سے جو کتنے بڑے بدقسمت ہیں وہ
ان کو نہیں معلوم خدایا
ماں کی گود اور باپ کا سایا
پیار کی جنّت بن کر آیا

مشق

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ اس نظم کے شاعر کا نام بتائیے۔
۲۔ شاعر نے کسے پیار کی جنت کہا ہے؟
۳۔ اس نظم کے مرکزی کردار کون ہیں؟
۴۔ ماں کی جھولی کب جھولا بنی تھی؟
۵۔ ہمیں رونے پر کس نے ہنسایا؟
۶۔ امّی سے ہم کیا ضد کرتے تھے؟
۷۔ ابّا سے ہم نے کیا منگایا؟
۸۔ والدین کی شفقت سے دور لوگوں کو شاعر نے کیا کہا ہے؟

خود آموزی

مصرعے مکمل کیجیے۔

۱۔ پیار کی .... بن کر آیا
۲۔ امّی .... کی سیر کرا دو
۳۔ ابّا ہمیں .... منگا دو
۴۔ دور ہیں ان کی .... سے جو
۵۔ کتنے بڑے .... ہیں وہ
۶۔ ان کو نہیں .... خدایا

درج ذیل اشعار کا مطلب اپنے الفاظ میں لکھیے۔

۱۔ آنکھ تھی جس دن ہم نے کھولی جھولا بنی تھی ماں کی جھولی
۲۔ ہم نہ کسی سے بھی ڈرتے تھے روز نئی اک ضد کرتے تھے
۳۔ ماں کے پیار کو بھول نہ جانا باپ کے دل کو تم نہ دُکھانا

درج ذیل میں سے املے کے اعتبار سے درست لفظ چن کر لکھیے۔

۱۔ شفقت ، سفقت ، شفکت ، شفقّت
۲۔ تکوا ، تقویٰ ، تقوا ، طقوا
۳۔ ذد ، ظد ، ضد ، زِد
۴۔ ظمے داری ، ذمے داری ، ضمے داری ، زمے داری

ہم قافیہ الفاظ لکھیے۔ مثلاً : چوُم - جھوُم

....	....	....	....	....
⇅	⇅	⇅	⇅	⇅
....	....	....	....	....

خاکہ مکمل کیجیے۔

قتیل شفائی

اصل نام	تخلص ....
تاریخ پیدائش	مقامِ پیدائش ....
کوئی کتاب	تاریخ وفات ....

وسعت مرے بیاں کی

۱۔ اس نظم کا خلاصہ اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔
۲۔ 'ماں باپ کی محبت' عنوان پر دس جملوں کا مضمون لکھیے۔

سرگرمی/منصوبہ :

۱۔ ماں اور باپ کو مرکزی کردار بنا کر بہت ساری نظمیں لکھی گئی ہیں۔ اپنے استاد کی مدد سے اسکول لائبریری، اخبارات و رسائل اور سوشل میڈیا سے ایسی نظمیں تلاش کر کے اپنی بیاض میں لکھیے اور ان پر اظہارِ خیال کیجیے۔
۲۔ اس نظم کا مطالعہ کر کے ماں یا باپ کے بارے میں ایک نظم اپنے الفاظ میں لکھیے۔
۳۔ انٹرنیٹ کی مدد سے مختلف ایجادات اور ان کے موجد کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اپنی بیاض میں لکھیے۔

حروفِ علّت اور حروفِ صحیح

زبان کچھ مخصوص آوازوں کا مجموعہ ہے۔ہم جو کچھ بولتے ہیں اسے لکھ بھی سکتے ہیں۔لکھنے کے لیے ان آوازوں کی جو شکلیں استعمال کی جاتی ہیں انھیں 'حروف' کہتے ہیں۔حروف جمع ہے حرف کی۔ ا (الف)، ب (بے)، ج (جیم) وغیرہ حروف ہیں۔'ا' سے لے کر 'ی' تک جو حروف اُردو تحریر میں استعمال ہوتے ہیں انھیں **'حروفِ تہجی'** کہتے ہیں۔

آواز کے اعتبار سے حروفِ تہجی کی دو قسمیں ہیں: (۱) حروفِ علّت (۲) حروفِ صحیح۔ وہ حرف جسے ادا کرتے وقت اس کی آواز دانت یا زبان وغیرہ سے نہیں ٹکراتی **'حرفِ علّت'** کہلاتا ہے۔اُردو میں الف، واو، یے (ا، و، ی) حروفِ علّت ہیں۔ ا، و اور ی کے علاوہ بقیہ حروفِ تہجی **'حروفِ صحیح'** کہلاتے ہیں۔

مثلاً لفظ 'کام' میں 'ک' اور 'م' حروفِ صحیح ہیں اور 'ا' حرفِ علّت ہے۔لفظ 'روک' میں 'ر' اور 'ک' حروفِ صحیح اور 'و' حرفِ علّت ہے اور لفظ 'سیپ' میں 'س' اور 'پ' حروفِ صحیح اور 'ی' حرفِ علّت ہے۔

حروفِ علّت، حروفِ صحیح کی طرح بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے الفاظ 'اکبر'، 'ورق' اور 'یمن' میں 'ا'، 'و' اور 'ی' حروفِ صحیح ہیں۔

☆ دیے ہوئے لفظوں میں الگ رنگ کے حروف حرفِ صحیح ہیں یا حرفِ علت، درست متبادل کے دائرے میں رنگ بھریے۔

	لفظ	حرف	متبادل	
مثلاً	الطاف	ط	● حرفِ صحیح	○ حرفِ علت
۱۔	ادب	ا	○ حرفِ صحیح	○ حرفِ علت
۲۔	مہربان	ا	○ حرفِ صحیح	○ حرفِ علت
۳۔	یاسر	ی	○ حرفِ صحیح	○ حرفِ علت
۴۔	مقام	ق	○ حرفِ صحیح	○ حرفِ علت
۵۔	معصوم	و	○ حرفِ صحیح	○ حرفِ علت
۶۔	تخلص	ص	○ حرفِ صحیح	○ حرفِ علت
۷۔	وحدت	و	○ حرفِ صحیح	○ حرفِ علت
۸۔	تکلیف	ی	○ حرفِ صحیح	○ حرفِ علت
۹۔	سیماب	س	○ حرفِ صحیح	○ حرفِ علت
۱۰۔	عداوت	و	○ حرفِ صحیح	○ حرفِ علت

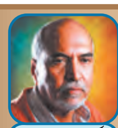
ڈاکٹر عصمت جاوید

۴ آیئے لغت دیکھیں

تعارف ڈاکٹر عصمت جاویدؔ کا مکمل نام عصمت اللہ جاوید تھا۔ وہ ۱۲/ اگست ۱۹۲۲ء کو ممبئی میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم و تربیت علمی ماحول میں ہوئی۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم انجمنِ اسلام، ممبئی سے حاصل کی۔ بعد میں اسمٰعیل یوسف کالج سے بی.اے. اور الفنسٹن کالج سے ایم.اے. کیا۔ ڈاکٹر عصمت جاویدؔ اُردو زبان کے ایک مشہور استاد، محقق، نقاد اور مترجم تھے۔ وہ کئی برس تک مختلف کالجوں میں اُردو کے پروفیسر اور صدرِ شعبہ رہے۔ انھوں نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں 'نئی اُردو قواعد'، 'تلفظ نما اُردو لغت' اور 'مراٹھی آموز' خاص طور پر مشہور ہیں۔ سبق 'آیئے لغت دیکھیں' ان کی ایک مفید اور تعلیمی تحریر ہے جس میں طلبہ کو لغت کے صحیح استعمال اور الفاظ کے مطلب سمجھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ڈاکٹر عصمت جاویدؔ کا انتقال ۱۹/ اگست ۲۰۰۲ء کو اورنگ آباد (چھترپتی سنبھاجی نگر) میں ہوا۔

پہلی بات کسی کتاب کے مطالعے کے دوران بعض ایسے نئے الفاظ سامنے آتے ہیں جن کے معنی ہمیں معلوم نہیں ہوتے۔ ہم ان کے معنی اپنے استاد یا کسی بزرگ سے معلوم کر سکتے ہیں۔ ہر زبان میں ایک ایسی کتاب بھی دستیاب ہے جس میں الفاظ کے معنی درج ہوتے ہیں۔ اسے 'لغت' کہتے ہیں۔ لغت کی مدد سے ہم کسی بھی نئے لفظ کے معنی معلوم کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر عصمت جاویدؔ نے اس سبق میں بتایا ہے کہ لغت میں نئے الفاظ کو کیسے تلاش کیا جائے تاکہ ہمیں ان کے معنی معلوم ہو سکیں۔

(ششم جماعت کا کمرہ۔ استاد جماعت میں داخل ہوتے ہیں۔ تمام طلبہ کھڑے ہو جاتے ہیں)

طلبہ : (ایک ساتھ) السّلام علیکم!

استاد : وعلیکم السّلام! بیٹھ جائیے۔ آپ کو تو معلوم ہی ہوگا کہ میاں فیاض کو پانچویں جماعت میں اُردو مضمون میں سب سے زیادہ نمبر ملے ہیں اور سالانہ جلسے میں انھیں ایک کتاب انعام میں دی گئی ہے۔ میاں فیاض! انعام مبارک ہو۔

طلبہ : (مل کر) مبارک ہو، مبارک ہو!

فیاض : شکریہ، شکریہ!

استاد : فیاض! ذرا بتایئے کہ آپ کو کون سی کتاب انعام میں ملی ہے؟

فیاض : جناب، مجھے نام تو یاد نہیں۔ ابّا جان کہہ رہے تھے کہ اس میں الفاظ کے معنی دیے ہوئے ہیں۔

استاد : آپ جانتے ہیں ایسی کتاب کو کیا کہتے ہیں؟

فیاض : جی نہیں جناب۔

استاد : کوئی بات نہیں۔ کیا آپ میں سے کوئی بتا سکتا ہے کہ ایسی کتاب کو کیا کہتے ہیں؟ (سب بچّے خاموش رہتے ہیں)
ایسی کتاب کو 'لغت' کہتے ہیں۔

ناصر : جناب، ہماری اُردو کتاب میں بھی ہر سبق کے بعد الفاظ کے معنی دیے گئے ہیں۔ کیا لغت میں بھی اسی طرح ہوتا ہے؟

استاد : (مسکراتے ہوئے) بالکل اسی طرح تو نہیں ہوتا، کچھ فرق ہوتا ہے۔ ہماری کتاب میں ہر سبق میں آنے والے نئے الفاظ کے معنی لکھے جاتے ہیں، لیکن لغت میں بہت سے الفاظ کے معنی ہوتے ہیں۔

ماجد : لیکن جناب، لغت میں ہزاروں لفظ ہوتے ہوں گے، پھر ہم کسی خاص لفظ کے معنی کس طرح ڈھونڈتے ہیں؟ کیا اس کے لیے پوری کتاب دیکھنی پڑتی ہے؟

استاد : یہ بہت اچھا سوال ہے۔ آج میں آپ کو یہی بتانے والا ہوں کہ لغت میں الفاظ کے معنی کیسے تلاش کیے جاتے ہیں۔

(استاد بچوں کو لغت دکھاتے ہیں۔ سبھی باری باری لغت کو دیکھتے ہیں)

استاد : کوئی بتا سکتا ہے کہ اس میں کیا خاص بات ہے؟

سلیم : جناب، میں نے دیکھا کہ الف (ا) سے شروع ہونے والے تمام الفاظ شروع میں دیے ہوئے ہیں۔

استاد : بالکل صحیح! صرف اتنا ہی نہیں، اس میں تمام الفاظ حروفِ تہجی کی ترتیب میں جمع کیے گئے ہیں۔

آصف : جناب، اس کا مطلب یہ ہوا کہ الف سے ی تک تمام الفاظ جمع کیے گئے ہیں۔

استاد : درست ہے! آپ کو تمام حروفِ تہجی ترتیب سے یاد ہونے چاہئیں۔ 'لام' (ل) کے بعد کون سا حرف آتا ہے؟ اسلم آپ بتائیے۔

اسلم : 'میم'

استاد : اور 'نون' کے بعد کیا آتا ہے؟ حسن! آپ بتائیے۔

حسن : (سوچ کر) 'واؤ' (و)

استاد : بہت خوب! اگر ہمیں لفظ منزل کے معنی دیکھنے ہوں تو کیسے دیکھیں گے؟ فیاض، آپ بتائیے۔

(استاد تختۂ سیاہ پر لفظ 'منزل' لکھتے ہیں)

فیاض : حرف میم (م) کے نیچے دیکھیں گے۔

استاد : اچھا! ڈھونڈ کر بتائیے۔

فیاض : (فیاض کوشش کرتا ہے لیکن یہ

لفظ نہیں ملتا) جناب، اس میں میم سے شروع ہونے والے بہت سے لفظ ہیں۔ ڈھونڈنا مشکل ہے۔

استاد : لفظ 'منزل' میں 'میم' کے بعد کون سا حرف ہے؟

تمام بچّے : (ایک ساتھ) 'نون' (ن)

استاد : لغت میں 'میم' (م) سے شروع ہونے والے الفاظ غور سے دیکھیے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ان میں پہلے وہ الفاظ اکٹھا کیے گئے ہیں جن میں 'میم' کے بعد 'الف' آتا ہے جیسے مات، مار، ماش وغیرہ۔ اس کے بعد وہ لفظ ہیں جن کے بعد 'ب' آتا ہے جیسے مبارک، مبتلا، مبشّر وغیرہ۔ اس سے آپ کی سمجھ میں کون سی بات آتی ہے؟

راشد : جناب، اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں نہ صرف 'میم' سے شروع ہونے والے الفاظ کو ایک ساتھ جمع کیا گیا ہے بلکہ ہر لفظ کے دوسرے حروف کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔

استاد : بالکل صحیح! یہ بھی حروفِ تہجی کی ترتیب میں ہیں۔ اس لیے لفظ 'منزل' کے معنی ڈھونڈنے کے لیے آپ کس بات کا خیال رکھیں گے؟

راشد : ہم اسے میم، نون میں ڈھونڈیں گے۔

استاد : اچھا فیاض، میم نون کے نیچے دیکھو۔

فیاض : (فیاض لفظ منزل ڈھونڈ نکالتا ہے) مل گیا جناب! اس کے معنی ہیں اُترنے کی جگہ، رہنے کی جگہ، مسافرخانہ، سرائے۔ جناب! اس میں تو بہت سے معنی دیے ہوئے ہیں۔ کون سے معنی صحیح ہیں؟

استاد : ہر معنی اپنی جگہ صحیح ہے۔ لفظ 'منزل' اس جملے میں دیکھیے 'قافلہ منزل پر ٹھہر گیا۔' یہاں، منزل کے معنی ہوں گے اُترنے کی جگہ۔ فرض کیجیے آپ نے کسی مکان پر 'سلطان منزل' لکھا ہوا دیکھا۔ یہاں منزل کے معنی ہوں گے 'رہنے کی جگہ' یعنی مکان۔ ہر لفظ کے معنی جملے میں اس کے استعمال کے مطابق ہوتے ہیں۔

فیاض : جناب، یہ منزل کے آگے 'عین' کیوں لکھا ہوا ہے؟

استاد : کیا ہر لفظ کے آگے عین لکھا ہوا ہے؟ اختر، آپ آیئے اور دیکھ کر بتایئے۔

اختر : (اختر آتا ہے اور لغت کے ورق الٹ پلٹ کر دیکھتا ہے) جی نہیں جناب۔ لفظ مادر کے آگے 'ف' لکھا ہے اور... اور... ہاں، یہاں لفظ 'مٹھی' کے آگے الف (ا) لکھا ہے جناب۔

استاد : ہماری زبان میں عربی، فارسی، ہندی اور کئی زبانوں کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اگر کسی لفظ کے آگے 'ع' لکھا ہوا ہو تو سمجھ لیجیے کہ یہ لفظ عربی ہے۔ اگر 'ف' لکھا ہوا ہو تو اس کا مطلب ہے یہ لفظ فارسی ہے۔ اسی طرح 'ا' کا مطلب اُردو، 'انگ' کا مطلب ہے انگریزی۔ ایسے حروف کو 'علامت' کہتے ہیں۔

اختر : جناب لفظ 'مال' کے آگے 'اسم - مذکر' لکھا ہوا ہے۔

استاد : ہاں، لغت میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ فلاں لفظ اسم ہے یا فعل، مذکر ہے یا مؤنث۔ اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ لفظ مال اسم ہے اور مذکر ہے۔ کسی لغت میں فعل کے بجائے 'فع' لکھا ہوتا ہے، اسی طرح مذکر کی جگہ 'مذ' لکھا ہوتا ہے۔ دراصل ہر

لغت میں الگ الگ علامتیں استعمال ہوتی ہیں۔ ہر لغت کے شروع میں بتا دیا جاتا ہے کہ کون سی علامت کن معنوں میں استعمال کی گئی ہے۔

اسلم : جناب، فیاض سے کہیے کہ وہ کل اپنی لغت لیتا آئے۔ ہم دیکھیں گے کہ اس میں کون سی علامت کن معنوں میں استعمال کی گئی ہے۔

(استاد فیاض کی طرف دیکھتے ہیں)

فیاض : ضرور ضرور۔ کل میں اپنی لغت لیتا آؤں گا۔

استاد : اچھا! میں یہاں تختۂ سیاہ پر تین لفظ لکھتا ہوں۔ بتائیے ان میں کون سا لفظ لغت میں پہلے آئے گا؟

(استاد لکھتے ہیں 'ابر، ابتر، ابن')

کوثر : جناب، میں بتاتا ہوں۔

استاد : ہاں، بتائیے۔

کوثر : پہلے 'ابر' آئے گا۔

استاد : فیاض! کیا یہ صحیح ہے؟

فیاض : جی نہیں۔ پہلے 'ابتر' آئے گا۔

استاد : کیوں؟

فیاض : اس لیے کہ ان تینوں لفظوں میں پہلے دو حروف وہی ہیں 'ا' اور 'ب' اس لیے تیسرا حرف دیکھنا ہوگا۔ 'ابر' میں 'ر' ہے۔ 'ابتر' میں 'ت' ہے۔ 'ابن' میں 'ن' ہے۔ حروفِ تہجی میں 'ت' پہلے آتا ہے اس لیے 'ابتر' پہلے آئے گا۔ اس کے بعد 'ابر' اور آخر میں 'ابن' آئے گا۔

استاد : شاباش! میرا خیال ہے کہ اب آپ یہ ساری باتیں سمجھ گئے ہوں گے۔ اس بارے میں آئندہ اور بھی معلومات دی جائے گی۔

خلاصہ اس سبق میں لغت دیکھنے، الفاظ کے معنی تلاش کرنے اور سمجھنے سے متعلق رہنمائی کی گئی ہے۔ ہم اپنے روزمرہ کے کاموں کو سلیقے سے انجام دیتے ہیں جس کے بہتر نتائج سامنے آتے ہیں۔ اسی طرح لغت کو دیکھنے کا کیا طریقہ ہے، اس سے متعلق سبق میں خوب رہنمائی کی گئی ہے۔ لفظ 'منزل' کی مثال سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ حروفِ تہجی کی ترتیب کے مطابق کسی لفظ کو کس طرح تلاش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح لغت کے ذریعے ہمیں یہ معلومات بھی حاصل ہوتی ہے کہ متعلقہ لفظ کس زبان سے ماخوذ ہے اور وہ مذکر ہے یا مؤنث۔

مشق

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ فیاض کون سی جماعت میں پڑھتا ہے؟

۲۔ فیاض کو کس مضمون میں سب سے زیادہ نمبر ملے؟

۳۔ فیاض کو انعام میں کون سی کتاب ملی؟

۴۔ لغت میں الفاظ کے معنی کس ترتیب میں جمع کیے گئے ہیں؟

۵۔ لغت میں لفظ کے آگے 'ع' کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

۶۔ لغت میں فارسی زبان کا لفظ کس حرف کے ذریعے بتایا جاتا ہے؟

۷۔ لغت میں انگریزی زبان کا لفظ بتانے کے لیے کیا کیا جاتا ہے؟

مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ لغت میں لفظ 'منزل' کے معنی کس طرح تلاش کریں گے؟

۲۔ لفظ 'مادر' کے آگے 'ف' لکھا ہوا دیکھ کر اختر کے پوچھنے پر استاد نے کیا جواب دیا؟

۳۔ ابر، ابتر اور ابن کے بارے میں پوچھنے پر فیاض نے کیا مکمل جواب دیا؟

دیے ہوئے جملوں میں سے خط کشیدہ الفاظ کو مناسب خانوں میں لکھیے۔

۱۔ استاد جماعت میں داخل ہوئے۔

۲۔ اُردو مضمون میں سب سے زیادہ نمبر ملے ہیں۔

۳۔ انھیں ایک کتاب انعام میں دی گئی ہے۔

۴۔ قافلہ منزل پر ٹھہر گیا۔

۵۔ لغت میں بہت سے الفاظ کے معنی ہوتے ہیں۔

۶۔ حروف کو علامت کہتے ہیں۔

مذکّر	مؤنّث
....	....
....	....
....	....
....	....
....	....
....	....

درج ذیل الفاظ لغت میں جس ترتیب سے آتے ہیں، اسی ترتیب میں لکھیے۔

منزل ، سرائے ، ربر ، علامت ، لغت ، حرف

سرگرمی/منصوبہ:

کسی کتاب، اخبار یا رسالے میں سے دس نئے الفاظ اپنی بیاض میں لکھیے۔ اپنے استاد کی مدد سے ان الفاظ کے معنی لغت میں دیکھ کر ان کے سامنے لکھیے۔

مفت تقسیم کے لیے

اشتہار کا نمونہ

خوش خبر! خوش خبر! خوش خبر!

عظیم الشان اُردو کتاب میلہ

علم و ادب کے شائقین کے لیے سنہرا موقع

- ☆ نئی اور معیاری کتابیں
- ☆ بچوں کے لیے ہر موضوع کی کتابیں
- ☆ معروف ادیبوں اور شاعروں سے ملاقات کا موقع
- ☆ مقابلہ جاتی امتحانات کی کتابیں
- ☆ خصوصی رعایتیں اور تحفے

تاریخ: ۲۴ سے ۲۷ر نومبر

وقت: صبح ۱۱ بجے سے رات ۱۰ بجے تک

مقام: عیدگاہ گراؤنڈ، جعفر نگر، علی پور

ضرور شرکت کیجیے۔

ہدایت:

۱) دیے ہوئے اشتہار کی روشنی میں استاد طلبہ سے مختلف سوالات پوچھے۔

۲) درج بالا اشتہار کی طرح سائنسی نمائش کا اشتہار بنانے کے لیے کہے۔

اضافی معلومات

نیتا جی سُبھاش چندر بوس

جنگِ آزادی کے زمانے میں انگریزوں کو شبہ تھا کہ نیتا جی سبھاش چندر بوس ان کی حکومت کے خلاف بغاوت میں شامل ہیں اس لیے کلکتہ (کولکاتا) میں ان کے گھر کے گرد پہرہ لگا کر انھیں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ ۱۵ جنوری ۱۹۴۱ء کی شب اس گھر سے ایک مولوی صاحب باہر نکلے جن کے سر پر پُھندّنے دار ٹوپی تھی، شیروانی اور تنگ پاجامہ پہنے ہوئے تھے۔ باہر ایک کار کھڑی تھی، اس میں بیٹھ کر وہ روانہ ہوگئے۔ اسی طرح بھیس بدل کر پھر وہ ملک سے باہر چلے گئے۔ یہ مولوی صاحب دراصل سبھاش چندر بوس تھے۔ انھیں 'نیتا جی' بھی کہا جاتا ہے۔ انگریزوں کے خلاف لڑائی میں انھوں نے اہم کردار ادا کیا۔ سبھاش چندر بوس نے 'آزاد ہند فوج' قائم کی تھی جس نے بڑی بہادری کا ثبوت دیا۔ ان کا مشہور نعرہ تھا، ''تم مجھے خون دو میں تمھیں آزادی دوں گا۔'' ملک کی آزادی کے لیے ان کی قربانیاں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

اسم کی قسمیں

☆ **اسمِ عددی :** کچھ اسم ایسے ہیں جنھیں ہم گن سکتے ہیں مثلاً پانچ بچے، درجنوں پھول، سیکڑوں مکانات وغیرہ۔ یہاں بچے، پھول، مکانات ایسے اسمِ عام ہیں جنھیں ہم گن سکتے ہیں اس لیے یہ 'اسمِ عددی' ہیں۔

اسمِ غیر عددی : کچھ اسم ایسے ہیں جنھیں گنا نہیں جا سکتا جیسے ہوا، پانی، سونا، چاندی، دودھ وغیرہ۔ یہاں دو ہوا، چار پانی، تین سونا، سیکڑوں چاندی، پانچ دودھ نہیں کہہ سکتے۔ ایسے اسم کو 'اسمِ غیر عددی' کہتے ہیں۔

اسمِ مادّہ : کچھ اسم ایسے ہوتے ہیں جو کسی نہ کسی مادّے سے بنے ہوتے ہیں اور قدرتی طور پر پائے جاتے ہیں جیسے پانی، ہوا، چاول، سونا، ہیرا وغیرہ۔ انھیں 'اسمِ مادّہ' کہتے ہیں۔

یاد رکھیے: اسمِ مادّہ اسمِ غیر عددی بھی ہوتے ہیں۔

☆ **درج ذیل جملے پڑھیے:**

۱۔ آسمان پر بادلوں کی فوج چھا گئی۔

۲۔ پچاس طلبہ کی ایک جماعت بنائی گئی۔

۳۔ میدان میں کھیل دیکھنے والوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔

ان جملوں میں لفظ 'فوج' کئی بادلوں کے مجموعے کو کہا گیا ہے۔ کئی طلبہ سے مل کر 'جماعت' بنتی ہے، بہت سے افراد کے مجموعے کو 'بھیڑ' کہتے ہیں۔

اسمِ جمع : وہ اسم جو اشخاص یا چیزوں کا مجموعی نام ہو، 'اسمِ جمع' کہلاتا ہے۔ ان جملوں میں فوج، جماعت اور بھیڑ اسمِ جمع ہیں۔

یاد رکھیے : اسمِ جمع واحد ہوتا ہے۔

☆ **مندرجہ ذیل جملوں میں سے اسمِ عددی، اسمِ مادّہ اور اسمِ جمع تلاش کر کے لکھیے۔**

۱۔ میرے پاس تین کتابیں ہیں۔

۲۔ خالد کے پاس اُردو کی ایک لغت ہے۔

۳۔ اسلم درخت کے نیچے بیٹھا ہے۔

۴۔ مٹکے میں ٹھنڈا پانی ہے۔

۵۔ بھارت سونے کی چڑیا ہے۔

۶۔ سلطان ٹیپو کا ایک ذاتی کتب خانہ تھا۔

۷۔ ہمارے اسکول میں پیتل کا گھنٹا ہے۔

۸۔ اکبر کی فوج میں بہادر سپاہی تھے۔

۹۔ پلیٹ فارم پر بہت بھیڑ تھی۔

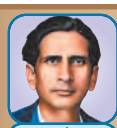
اسرار الحق مجاز

۵ رات اور ریل

تعارف

مجازؔ لکھنوی کا اصل نام اسرار الحق تھا۔ وہ قصبہ ردولی، ضلع بارہ بنکی، اُتر پردیش میں ۱۹؍اکتوبر ۱۹۱۱ء کو پیدا ہوئے۔ انھوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ مجازؔ لکھنوی اُردو کے مشہور ترقی پسند شاعر تھے۔ ان کی شاعری میں انقلابی جذبہ اور سماجی مسائل نمایاں ہیں۔ مجازؔ کی شاعری میں نوجوانوں کے خواب، محرومیوں اور جذبات کا بیان پُراثر انداز میں ملتا ہے۔ ان کی شاعری میں عام انسان کے دکھ درد اور محنت کش طبقے کے مسائل کے ساتھ سماجی انصاف کی آرزو نمایاں ہے۔ ان کے اہم مجموعۂ کلام میں ’آہنگِ تازہ‘، ’شعلۂ جاں‘، ’سحرِ راہ‘ ہیں۔ ان کی غزلیں، نظمیں اور گیت آج بھی مقبول ہیں۔ مجازؔ نے آل انڈیا ریڈیو دلّی اور ممبئی میں ملازمت کی۔ انھوں نے ترقی پسند تحریک میں اہم کردار ادا کیا۔ ۵؍دسمبر ۱۹۵۵ء کو دل کا دورہ پڑنے سے ان کا لکھنؤ میں انتقال ہوا۔

پہلی بات

ہمارے روزمرہ مشاہدے میں بے شمار ایسی چیزیں آتی ہیں جن کے بارے میں ہم زیادہ غور و فکر نہیں کرتے لیکن جب کوئی تخلیق کار انھی چیزوں پر توجہ دیتا ہے تو وہ اپنے مشاہدے کی بنیاد پر انھیں ایک نئے انداز میں پیش کرتا ہے۔ اسی طرح بہت سی سواریاں بھی ہمارے تجربے کا حصہ ہیں۔ آپ نے یقیناً ریل کا سفر کیا ہوگا۔ نظم میں ایک ریل گاڑی کا ذکر ہے جو بظاہر عام سی سواری معلوم ہوتی ہے لیکن شاعر ریل کی خوبیوں کو ایسی دل کشی کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ ریل اور اس کا سفر ہمارے دلوں پر گہرا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔

پھر چلی ہے ریل اسٹیشن سے لہراتی ہوئی — نیم شب کی خامشی میں زیرِ لب گاتی ہوئی
ڈگمگاتی، جھومتی، سیٹی بجاتی، کھیلتی — وادی و کُہسار کی ٹھنڈی ہوا کھاتی ہوئی
رات کی تاریکیوں میں جِھلمِلاتی، کانپتی — پٹریوں پر دور تک سیماب چَھلکاتی ہوئی
جیسے آدھی رات کو نکلی ہو اِک شاہی برات — شادیانوں کی صدا سے وجد میں آتی ہوئی
تیز تر ہوتی ہوئی منزل بہ منزل، دَم بہ دَم — رفتہ رفتہ اپنا اصلی رُوپ دکھلاتی ہوئی
سینۂ کُہسار پر چڑھتی ہوئی بے اختیار — ایک ناگن جس طرح مستی میں لہراتی ہوئی
اک بگولے کی طرح بڑھتی ہوئی میدان میں — جنگلوں میں آندھیوں کا زور دِکھلاتی ہوئی
ایک رَخشِ بے عِناں کی برق رفتاری کے ساتھ — خندقوں کو پھاندتی، ٹیلوں سے کتراتی ہوئی
ہر قدم پر توپ کی سی گھن گرج کے ساتھ ساتھ — گولیوں کی سنسناہٹ کی صدا آتی ہوئی
اک ستارہ ٹوٹ کر جیسے رواں ہو عرش سے — رِفعتِ کُہسار سے میدان میں آتی ہوئی

پُل پہ دریا کے دَمادَم کَوندتی ، للکارتی — اپنی اس طوفان انگیزی پہ اِتراتی ہوئی
پیش کرتی بیچ ندّی میں چراغاں کا سماں — ساحلوں پر ریت کے ذرّوں کو چمکاتی ہوئی
جستجو میں منزلِ مقصوٗد کی دیوانہ وار — اپنا سر دُھنتی ، فَضا میں بال بکھراتی ہوئی
رینگتی ، مُڑتی ، مچلتی ، تلملاتی ، ہانپتی — اپنے دل کی آتشِ پنہاں کو بھڑکاتی ہوئی
منہ میں گُھستی ہے سرنگوں کے یکایک دوڑ کر — دندناتی ، چیختی ، چنگھاڑتی ، گاتی ہوئی
ڈال کر گزرے مناظر پر اندھیرے کا نقاب — اک نیا منظر نظر کے سامنے لاتی ہوئی
ایک اک حرکت سے اندازِ بغاوت آشکار — عظمتِ انسانیت کے زمزمے گاتی ہوئی

وہ ہوا میں سیکڑوں جنگی دُہل بجتے ہوئے
وہ بِگُل کی جانفزا آواز لہراتی ہوئی

خلاصۂ کلام

یہ نظم صنعتِ تجسیم کی عمدہ مثال ہے۔ نظم میں شاعر نے ریل کو ایک پُرجوش اور بے خوف زندگی کی علامت کے طور پر پیش کیا ہے۔ نظم میں شاعر نے رات کے وقت ریل گاڑی کے چلنے کی منظرکشی ایسے انداز میں کی ہے کہ سارا سماں ہماری نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔ شاعر نے ریل گاڑی کو ایک طاقتور اور متحرک قوت کے طور پر پیش کیا ہے جو رات کی خاموشی اور تاریکی میں اپنے راستے پر تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ ریل گاڑی راستے میں آنے والی ہر مصیبت، مشکل اور رکاوٹ کو پیچھے چھوڑ کر اپنی منزل پر پہنچ کر ہی دم لیتی ہے۔ ریل گاڑی کا یہ عزم و حوصلہ انسان کے لیے بھی ترغیب کا باعث ہے۔ ریل گاڑی منزل تک پہنچنے کے لیے اپنی پوری قوت سے دیوانہ وار آگے بڑھتی ہے۔ یہ اپنی طوفانی رفتار کا مظاہرہ کرتی ہوئی سرنگوں، جنگلوں اور خندقوں کو پھاند کر آگے بڑھتی ہے۔

معنی و اشارات

زیرِ لب	آہستہ سے	رِفعت	بلندی
کہسار	پہاڑ	برق رفتار	بہت تیز
سیماب	پارہ (ایک قسم کی چمکیلی دھات)	آتشِ پنہاں	پوشیدہ آگ، یہاں مراد جذبات
شادیانہ	خوشی کا نقارہ	آشکار	عیاں، ظاہر
وجد میں آنا	جھومنا	زمزمے	نغمے، گیت
رخش	گھوڑا	دُہل	نقارہ
عِنان	لگام		

مشق

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ ریل گاڑی لہراتی ہوئی کہاں سے چلی ہے؟
۲۔ میدان میں ریل گاڑی کس طرح بڑھتی ہے؟
۳۔ ریل گاڑی چراغوں کا سماں کہاں پیش کرتی ہے؟
۴۔ ریل گاڑی اندھیرے کا نقاب کہاں ڈالتی ہے؟
۵۔ ریل گاڑی کی ایک ایک حرکت سے کیا آشکار ہوتا ہے؟
۶۔ عظمتِ انسانیت کے زمزمے کون گا رہا ہے؟

خود آموزی

مصرعے مکمل کیجیے۔

۱۔ نیم شب کی خامشی ....
۲۔ رفتہ رفتہ اپنا ....
۳۔ خندقوں کو پھاندتی ....
۴۔ ساحلوں پر ریت کے ....

زیرِ اضافت

وہ زیر جو دو اسموں یا اسم اور صفت کو جوڑتی ہے اور ان کے باہمی تعلق کو ظاہر کرتی ہے، زیرِ اضافت کہلاتی ہے۔
مثلاً نورِ ایمان، کتابِ ہدایت، درسِ قرآن۔

نظم سے زیرِ اضافت والے الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔ مثلاً زیرِ لب

نظم میں موجود قافیوں کی فہرست بنائیے۔

نظم کی مدد سے نیچے دیے ہوئے بیانات سے ملتے جلتے مفہوم والے اشعار لکھیے۔

۱۔ ایک ناگن کی طرح پہاڑوں کی چوٹیوں سے بے اختیار لہراتی ہوئی۔

۲۔ ندی کے درمیان اُجالا کر کے ساحلوں کی ریت کو چمکاتی ہوئی۔

۳۔ پہاڑوں کی سرنگ میں دوڑ کر دندناتی، شور مچاتی اور گاتی ہوئی۔

۴۔ گزرے ہوئے منظروں کو پیچھے چھوڑ کر نیا منظر سامنے لاتی ہوئی۔

نظم میں ریل گاڑی کی مختلف خوبیوں، حالتوں اور آگے بڑھنے کے انداز کو کئی الفاظ کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ان الفاظ کی مدد سے خاکہ مکمل کیجیے۔

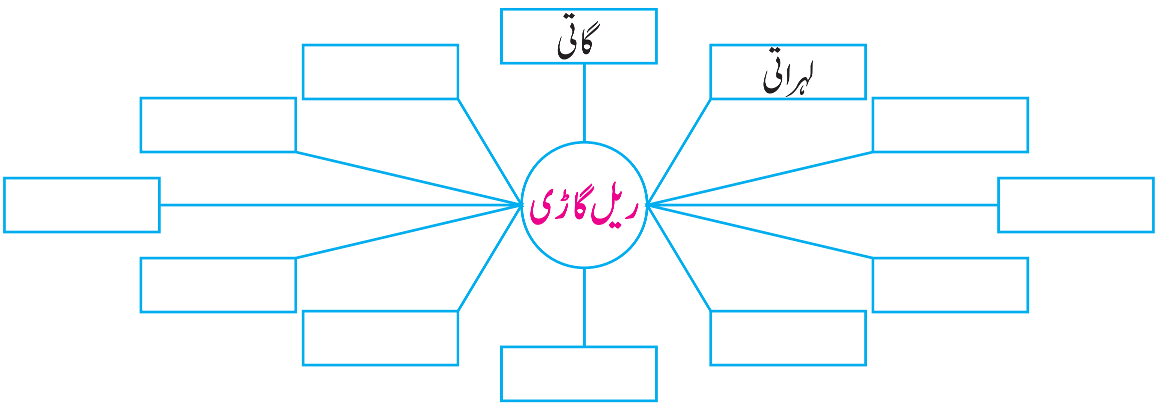

بات سے بات چلے

☆ **سابقے :** 'با ، بے، خوب' جیسے الفاظ کے بعد لفظ جوڑ کر بامعنی الفاظ بنائے جاسکتے ہیں۔مثلاً 'با ادب ، بے شمار ، خوب صورت'۔ یہ الفاظ کسی لفظ کے پہلے لگائے جاتے ہیں، اس لیے انھیں 'سابقہ' کہتے ہیں۔

درج ذیل سابقوں کی مدد سے الفاظ بنائیے۔

لا ، ہم ، غیر ، بد ، نا

☆ **لاحقے :** جب کسی لفظ کے بعد دوسرا لفظ لگا کر بامعنی لفظی ترکیب بنائی جاتی ہے اسے 'لاحقہ' کہتے ہیں۔ جیسے 'انگیز' کے معنی ہے اُبھارنا اور پیدا کرنا۔ اس لفظ کو بعد میں رکھ کر 'حیرت انگیز، ولولہ انگیز، فتنہ انگیز' جیسی لفظی تراکیب بنائی جاتی ہیں۔ چونکہ 'انگیز' جیسے الفاظ بعد میں لگائے جاتے ہیں اس لیے انھیں 'لاحقہ' کہتے ہیں۔

درج ذیل لاحقوں کا استعمال کر کے نئے الفاظ بنائیے۔

دار، مند، خوار، داں

سرگرمی / منصوبہ : بھارت کی چند اہم ریل گاڑیوں کے نام معلوم کر کے لکھیے۔

ہدایت : استاد پیش درس میں راشٹر گیت اور راجیہ گیت کے بعد 'دن کی اہمیت' پر فصیح و بلیغ زبان میں تقریر کرنے کی ترغیب دے۔

☆ **تشبیہ :** کسی شعر میں کسی چیز کو دوسری چیز کی مانند بتایا جاتا ہے، اسے **'تشبیہ'** کہتے ہیں۔ مثلاً

اک بگولے کی طرح بڑھتی ہوئی میدان میں
جنگلوں میں آندھیوں کا زور دکھلاتی ہوئی

درج بالا شعر میں ریل کو بگولے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ 'جیسے'، 'کی طرح'، 'صورت'، 'مثال' وغیرہ الفاظ کا استعمال کر کے تشبیہ دی جاتی ہے۔ ان الفاظ کو **'حروفِ تشبیہ'** کہا جاتا ہے۔

☆ **استعارہ :** جب شعر میں کسی چیز کو دوسری چیز کی طرح نہ بتاتے ہوئے اسے وہی چیز کہا جاتا ہے، اسے **'استعارہ'** کہتے ہیں۔ مثلاً

رات کی تاریکیوں میں جھلملاتی کانپتی
پٹریوں پر دور تک سیماب چھلکاتی ہوئی

درج بالا شعر میں 'سیماب' استعارے کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ شعر میں جھلملاتی، کانپتی روشنیوں کو سیماب (پارے) سے تشبیہ نہ دیتے ہوئے براہِ راست سیماب کہا گیا ہے۔ استعارے میں حرفِ تشبیہ نہیں ہوتا۔

☆ **درج ذیل اشعار میں صنعتِ استعارہ اور صنعتِ تشبیہ پہچان کر لکھیے۔**

۱۔ لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری — زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری
۲۔ اُجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو — نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے
۳۔ آیا ہے تو جہاں میں مثالِ شرار دیکھ — دم دے نہ جائے ہستی ناپائیدار دیکھ
۴۔ زندگی کیا کسی مفلس کی قبا ہے جس میں — ہر گھڑی درد کے پیوند لگے جاتے ہیں

صنعتِ تشبیہ	صنعتِ استعارہ
۱۔	۱۔ ....
....	....
۲۔	۲۔ ....
....	....

☆ **مبالغہ :** کسی بات کو حد سے زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کرنا **'مبالغہ'** کہلاتا ہے۔ مثلاً

۱۔ میں اس کا انتظار کرتے کرتے بوڑھا ہو گیا۔
۲۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سمندر بہہ نکلا۔
۳۔ وہ اتنا لمبا ہے کہ بادلوں سے باتیں کرتا ہے۔

☆ اس قسم کے چند جملے لکھیے جن میں مبالغے کا استعمال کیا گیا ہو۔

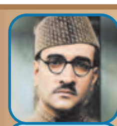

شوکت تھانوی

٦ لاڈلا بیٹا

تعارف شوکت تھانوی ۲؍فروری ۱۹۰۴ء کو بندرابن، متھرا میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ میں پرورش پائی اور یہیں سے اُن کی ادبی زندگی کا آغاز ہوا۔ انھوں نے افسانے بھی لکھے اور شاعری بھی کی لیکن شہرت مزاح نگاری کی وجہ سے ملی۔ معمولی باتیں اور روزمرہ کے واقعات کو ظریفانہ انداز میں پیش کرنا اُن کا خاص وصف تھا۔ ان کے اندازِ بیان کی دل کشی کا سبب اُن کی تحریر کا بے ساختہ پن ہے۔ رسم و رواج، سماجی کمزوریوں اور انسانی برتاؤ کے مضحکہ خیز پہلوؤں پر انھوں نے بڑے خوب صورت انداز میں طنز کیا ہے اور ہنستے ہنساتے بڑے پتے کی باتیں کہہ ڈالی ہیں۔ 'سودیشی ریل'، 'طوفانِ تبسم' اور 'سیلابِ تبسم' وغیرہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ انھوں نے ۴؍مئی ۱۹۶۳ء کو لاہور میں وفات پائی۔

پہلی بات ستارے آسمان کی دل کشی میں اضافہ کرتے ہیں، پھول باغ کی خوب صورتی بڑھاتے ہیں اسی طرح بچوں کی موجودگی سے گھر آنگن خوش گوار لگتے ہیں۔ بچے کسی بھی معاشرے کی رونق اور زندگی کی اصل چمک ہوتے ہیں۔ ان کی معصوم شرارتیں، شوخ انداز اور نٹ کھٹ حرکتیں گھر اور اسکول کے ماحول کو خوش گوار بنا دیتی ہیں۔ بعض اوقات ان کی شرارتیں بڑوں کے لیے پریشانی اور جھنجھلاہٹ کا سبب بن جاتی ہیں۔ حقیقت میں یہی شرارتیں ان کی فطری توانائی، تجسّس اور سیکھنے کے عمل کا اظہار ہوتی ہیں۔ اگر ان بچوں کی مناسب رہنمائی کی جائے اور انھیں محبت اور مثبت تربیت دی جائے تو یہی شرارتی بچے آگے چل کر با اعتماد، ذہین، باصلاحیت اور ذمہ دار شہری بنتے ہیں۔ اس سبق میں بتایا گیا ہے کہ حد سے زیادہ لاڈ پیار بچوں کو بدتمیز بنا دیتا ہے۔ لہٰذا ان کی تربیت اس ڈھنگ سے کی جائے کہ وہ بڑوں کا ادب واحترام کرسکیں۔

میں دہلی جب کبھی جاتا تھا حامد کے مکان پر ٹھہرتا تھا۔ چنانچہ اب کی مرتبہ بھی چار پانچ سال بعد دہلی جانا ہوا اور میں حسبِ معمول حامد کے یہاں جا کر ٹھہر گیا۔ حامد نے میرے پہنچتے ہی اس شاعر کی طرح جس نے کوئی تازہ غزل کہی ہو اور سنانے کے لیے بے چین ہو، مجھ سے پوچھا، ''تم نے میرے بچوں کو دیکھا؟''

میں نے ارمان بھرے چچا کی طرح ہنستے ہوئے کہا، ''ابھی کہاں دیکھا، ذرا لاؤ تو سہی۔ دیکھوں کیسے بچّے ہیں۔''

حامد لپک کر زنانے میں گُھس گئے اور فوراً ہی ایک کو گود میں لیے ہوئے اور دوسرے کی اُنگلی پکڑے ہوئے آئے اور داد طلب انداز سے بولے، ''اس کا نام محمود حامد ہے اور اس کا نام مسعود حامد۔ اس کی عمر ہے ۳ سال، ۲ ماہ، ۱۳؍ یوم، ۳ گھنٹے اور اس کی عمر ۵ ماہ، ۱۶؍ یوم، ۸ گھنٹے۔ یہ بڑا رونا ہے۔ اس کی صحت ہمیشہ خراب رہتی ہے۔ اس کو میں بہت چاہتا ہوں اور اس کو اس کی ماں بہت چاہتی ہے۔''

میں نے نہایت پیار سے بڑے بچے کو گود میں لے لیا اور اس کی بھی پروا نہ کی کہ میرا سوٹ کیچڑ میں لت پت ہو جائے گا۔ وہ گود میں آتے ہوئے بہت کچھ مچلا اور غصّے میں ایک ہاتھ بھی مجھ کو رسید کیا۔ مگر میں بہ حیثیت چچا کے مجبور تھا۔ اُس کو گود میں لے کر

پانچ روپے دیے۔

مجھ کو چھوٹے بچوں پر جو پیار آتا ہے وہ حامد کے بڑے لڑکے پر نہیں آرہا تھا۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ نہایت گندہ تھا۔ مگر اس کے باوجود میں نے رسمی طور پر حامد سے کہا، ''ماشاءاللہ! ماشاءاللہ! بڑے پیارے بچے ہیں۔ خدا ان کی عمر دراز کرے اور ان کو صاحبِ اقبال کرے۔'' یہ سننا تھا کہ حامد باغ باغ ہوگئے اور فوراً بولے، ''ابھی یہ محمود میاں آپ سے بے تکلّف نہیں ہوئے ہیں۔ جب یہ آپ سے ہِل جائیں گے اس وقت دیکھیے گا کہ کیسی دوستی بگھارتے ہیں۔ عجیب عجیب تماشے کرتا ہے یہ لڑکا۔ اور اس قدر ذہین ہے ماشاءاللہ کہ سب کو تعجب ہوتا ہے۔ جو بات آپ ایک مرتبہ اس سے کہہ دیں ہمیشہ یاد رہے گی۔ جب میں دفتر سے واپس آتا ہوں تو شکایتوں کا دفتر کھول کر بیٹھ جاتا ہے۔''

میں ان معجزات کو سن سن کر ہنس رہا تھا اور مصنوعی پیار کے انداز سے اس بچے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ حامد نے اُس بچّے کو محبت سے اپنی گود میں چڑھا لیا اور نہایت فخر کے ساتھ بولے، ''بیٹا! ذرا چچا کو چونچ تو دِکھا دو۔'' صاحب زادے نے اپنے ایک ہاتھ کی تمام اُنگلیوں کو جوڑ کر مجھ کو چونچ دکھائی اور میں اس عزّت افزائی پر ہنس کر خاموش ہوگیا۔ میں ابھی دل میں اس پر کُھول ہی رہا تھا کہ حامد نے پھر اپنے ہونہار سے فرمایا، ''اور بیٹا، ذرا چچا کو منہ چڑا دو۔ بڑا اچھا بیٹا! ہاں کیسے؟''

اُس بدتمیز نے میری طرف منہ کر کے دانت نکالے اور نہایت مکروہ صورت بنا کر کہا، ''ای... ی... ی... ی۔''

میرا تو دل ہی جل گیا۔ مگر کیا کرتا، مجبور تھا۔ اگر حامد کو یہ مشورہ دیتا کہ بچے کو اس قسم کی بدتمیزی نہ سکھاؤ تو اندیشہ تھا کہ وہ بُرا مان جائیں گے۔ لہٰذا میں خاموش رہا۔

میں جس ضرورت سے دہلی حاضر ہوا تھا وہ کم سے کم پانچ دن میں پوری ہوسکتی تھی۔ لہٰذا میں ایک ہفتے کی چُھٹّی پر تھا۔ دن بھر کی پریشانی کے بعد شام کو گھر واپس آ گیا۔ حامد میرا انتظار کر رہے تھے۔ دن بھر کی مصروفیت کے تمام حالات سننے کے بعد آپ گھر

میں تشریف لے گئے اور وہاں سے اُسی لڑکے کو اپنے اوپر سوار کر کے لے آئے۔ حامد نے آتے ہی کہا، ''اب چچا سے معافی مانگو، نہیں تو ہم نہیں جانتے وہ خفا ہو کر چلے جائیں گے اور تمھارے کانوں کے بیچ میں منہ پر ناک لگا دیں گے۔''

اُن صاحب زادے نے فرمایا، ''ایں۔ ہم نہیں۔ اوں ...''

حامد نے پھر کہا، ''اچھا تو تم ہاتھ نہیں جوڑو گے؟''

اب میں نے مجبور ہو کر پوچھا، ''آخر کیوں اس غریب کو مجرم بنا رہے ہو۔ جانے دو گھر میں کھیلنے۔''

حامد نے کہا، ''نہیں صاحب۔ اس نے آپ کا بڑا نقصان کیا ہے۔ اوّل تو آپ کا تھرماس اُٹھا کر پھینک دیا جو چکنا چوُر ہو گیا۔ دوسرے آپ کا ہینڈ بیگ اُٹھا کر نالی میں ڈال آیا تھا۔'' یہ سن کر میں سنّاٹے میں آ گیا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ خوب چیخ چیخ کر روؤں مگر میں نے صرف یہی کہا، ''بچہ ہے۔''

چائے سے فارغ ہو کر میں نے پہلے تو نہایت احتیاط سے اپنا تمام سامان مقفّل کیا اور اس کے بعد اپنے کام سے چلا گیا۔ دن بھر کی مصروفیات کے بعد تھکا ہارا حامد کے مکان پر پہنچا تو حامد صاحب اُسی کمرے میں جہاں میں ٹھہرا تھا، بیٹھے ہوئے اخبار پڑھ رہے تھے اور اُن کے صاحب زادے جن سے میری روح کانپتی تھی میرے بستر پر بیٹھے ہوئے پان چبا چبا کر چادر اور تکیے کو منقّش کرنے میں مصرُوف تھے۔ اب جو دیکھتا ہوں تو میری بیوی کا نہایت محنت سے بنایا ہوا تکیے کا غلاف پان کی پچکاریوں سے رشکِ اُگالدان بنا ہوا تھا۔ میں نے دیکھتے ہی کہا، ''ارے۔'' حامد نے کہا، ''کیا ہوا؟''

میں نے کہا، ''اس نے تمام بستر پر پان کھا کر خوُب تھوُکا ہے۔''

حامد نے مصنوعی غصّے سے کہا، ''کان پکڑ کر ایک تھپّڑ دو۔'' اور اپنے لختِ جگر کے دونوں ہاتھ پکڑ کر کہا، ''ماروُں؟'' اور یہ کہہ کر اُن کو گود میں اُٹھا لیا اور گھر کے اندر چلے گئے۔ یہاں میں اس فکر میں تھا کہ اب کیا کروں۔ اگر یہاں رہتا ہوں تو یہ صاحب زادے مجھے کس درجے پر پہنچا کر نکالیں گے اور اگر جاتا ہوں تو وہ ضرورت رہ جاتی ہے جس کے لیے دہلی آئے تھے۔ آخر میں نے یہی طے کیا کہ کسی طرح یہاں سے جان بچائی جائے۔ البتہ کسی ہوٹل میں حامد سے چھپ کر دو تین دن قیام کرنا ضروری تھا۔

لہٰذا جیسے ہی حامد آئے میں نے کہا، ''اچھا بھائی، اب جلد کھانا منگاؤ۔ میں اسی ٹرین سے جا رہا ہوں۔''

حامد سے رخصت ہو کر ہم ریلوے اسٹیشن پہنچے اور تاج ہوٹل فتح پوری، دہلی میں قیام کیا۔ جان بچی اور لاکھوں پائے۔

خلاصہ اس کہانی میں مصنف نے اپنے دوست کے بیٹے کی عادتوں کا ذکر کیا ہے۔ مصنف کا دوست دلّی میں رہتا تھا۔ کئی سال بعد جب مصنف اس کے گھر گیا تو دیکھا کہ اس کا بیٹا اچھی تربیت نہ ملنے کی وجہ سے بدتمیز ہو گیا ہے اور اس کے کپڑے بھی صاف نہیں ہیں۔ بچے کے والد اس کی عادتوں پر ناراض ہونے کی بجائے خوش ہوتے ہیں۔ ایک دن مصنف باہر گیا ہوا تھا تو بچے نے اس کا تھرماس توڑ دیا، ہینڈ بیگ نالی میں پھینک دیا اور تکیے کا غلاف گندہ کر دیا۔ اس وجہ سے مصنف نے بہانے سے اپنے دوست سے اجازت لی اور شہر کے ایک ہوٹل میں جا کر قیام کیا۔

معنی و اشارات

مفت تقسیم کے لیے

لفظ	معنی
صاحبِ اقبال	نصیبوں والا
باغ باغ ہونا	خوش ہونا
ہِل جانا	مانوس ہونا
شکایتوں کے دفتر کھولنا	بہت شکایتیں کرنا
مصنوعی	بناوٹی
مکروہ	ناپسندیدہ
اندیشہ	خطرہ، ڈر
مقفل کرنا	تالا لگانا
منقش کرنا	نقش و نگار بنانا
لختِ جگر	کلیجے کا ٹکڑا مراد اولاد

مشق

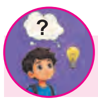

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ مصنف دہلی میں کہاں آ کر ٹھہرا؟

۲۔ مصنف کو حامد کے بڑے لڑکے پر پیار کیوں نہیں آ رہا تھا؟

۳۔ بچے کے بے جا لاڈ پیار کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟

مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ حامد نے اپنے بچوں کا تعارف کس طرح کروایا؟

۲۔ حامد کے بڑے لڑکے کی وہ کون سی عادتیں تھیں جن کی وجہ سے مصنف کو اُن کا گھر چھوڑنا پڑا؟

محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

۱۔ باغ باغ ہونا ۲۔ ایک ہاتھ رسید کرنا ۳۔ دوستی بگھارنا

۴۔ دل ہی دل میں کھولنا ۵۔ ہِل جانا

آیئے اعادہ کریں۔

گزشتہ جماعتوں میں آپ ضمیر کے متعلق پڑھ چکے ہیں۔ ضمیر کی ایک قسم 'ضمیرِ اشارہ' بھی ہے جو بہ طور اشارہ استعمال کی جاتی ہے۔ 'وہ' بعید کے لیے اور 'یہ' قریب کے لیے۔

درج ذیل جملوں میں ضمیرِ اشارہ تلاش کیجیے۔

۱۔ اِس کا نام ہے محمود حامد اور اِس کا نام ہے مسعود حامد۔ ۲۔ ابھی یہ محمود میاں آپ سے بے تکلف نہیں ہوئے ہیں۔

۳۔ آخر کیوں اس غریب کو مجرم بنا رہے ہو؟

سرگرمی/منصوبہ:

۱۔ اس کہانی کو اپنے ہم جماعتوں کے ساتھ ڈرامے کی شکل میں پیش کیجیے۔

۲۔ شوکت تھانوی کے مضامین کا مجموعہ 'سودیشی ریل' پڑھیے اور اُن کے طنزیہ و مزاحیہ اندازِ بیان کا لطف اُٹھائیے۔

☆ پچھلی جماعت میں آپ 'صفتِ ذاتی' کے متعلق پڑھ چکے ہیں۔ جس صفت سے اسم کی مقدار کا اندازہ ہوتا ہے اُسے **'صفتِ مقداری'** کہتے ہیں۔ جیسے تھوڑی سی شکر، بہت سا کپڑا، کتنا کھا سکتے ہو؟ اتنا مت پیو، جتنا گھی چاہے لے جاؤ۔ (یہاں تھوڑی سی، بہت سا، کتنا، اتنا اور جتنا صفتِ مقداری ہیں) اسی طرح جس صفت سے اسم کی تعداد کا اندازہ ہوتا ہے (چاہے وہ تعداد معین ہو یا غیر معین) اُسے **'صفتِ عددی'** کہتے ہیں۔ مثلاً چار سیب، چھے کرسیاں، کئی لوگ، چند بچے، دگنا حصہ، سیکڑوں سال وغیرہ۔

☆ ذیل کے جملوں میں خط کشیدہ الفاظ صفتِ عددی ہیں، **صفتِ ذاتی** ہیں یا **صفتِ مقداری**؟ قوسین میں لکھیے۔

۱۔ یہ لڑکا اس قدر ذہین ہے کہ سب کو تعجب ہوتا ہے۔ (......................)

۲۔ میں جس خاص ضرورت کے لیے دہلی حاضر ہوا تھا وہ کم سے کم پانچ دن میں پوری ہو سکتی تھی۔ (..........)

۳۔ مجھ کو چھوٹے بچوں پر پیار آتا ہے۔ (......................)

۴۔ اس نے آپ کا بہت نقصان کیا ہے۔ (......................)

محاورہ

ہر زبان میں الفاظ کے کچھ ایسے مجموعے ہوتے ہیں جن کے لفظی معنی تو کچھ اور ہوتے ہیں لیکن انھیں خاص مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ الفاظ کے ایسے مجموعے 'محاورے' کہلاتے ہیں۔ مثلاً ایک مصدر ہے 'اُتارنا' جس کے معنی ہے کسی چیز کو اوپر سے نیچے لانا۔ جیسے: سر پر سے بوجھ اُتارنا، کھونٹی پر سے کپڑے اُتارنا، گھوڑے پر سے سوار اُتارنا۔

ان جملوں میں 'اُتارنا' حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے لیکن اگر ہم کہیں تصویر اُتارنا، نقل اُتارنا، دل میں اُتارنا تو یہ سب محاورے کہلائیں گے کیونکہ ان مثالوں میں مصدر 'اُتارنا' لفظی معنوں میں نہیں بلکہ مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

اسی طرح مصدر 'کھانا' کے لفظی معنی کسی چیز کو دانتوں سے چبا کر حلق سے پیٹ میں اُتارنے کے ہیں۔

جیسے: روٹی کھانا، چاکلیٹ کھانا، بسکٹ کھانا وغیرہ۔

اِن مثالوں میں کھانا اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے اس لیے یہ محاورے کی مثالیں نہیں ہیں لیکن اگر ہم کہیں:

جیسے: غم کھانا، دھوکا کھانا، ٹھوکر کھانا، قسم کھانا تو یہ محاورے کہلائیں گے۔

جو محاورہ جس طرح استعمال ہوتا ہے اسے اسی طرح استعمال کرنا چاہیے۔ مثلاً 'دل باغ باغ ہونا' ایک محاورہ ہے جس کے معنی ہیں بہت خوش ہونا۔ اگر کوئی کہے کہ 'میرا دل چمن چمن ہو گیا' تو یہ بے معنی جملہ ہو جائے گا اور کوئی اس کا مطلب نہیں سمجھے گا۔ موقع اور محل کے اعتبار سے صحیح محاورے استعمال کیے جائیں تو بیان میں خوبی پیدا ہوتی ہے۔ اس کتاب کے اسباق میں بہت سے محاورے استعمال ہوئے ہیں۔ انھیں تلاش کیجیے اور دیکھیے کہ الفاظ مجازی معنوں میں کس طرح استعمال ہوتے ہیں۔

کچھ مثالیں دیکھیے: اُف نہ کرنا، باز نہ آنا، آنکھ ملانا، چراغ گُل ہونا، ہاتھ سے نہ جانے دینا۔

روداد نویسی

ذیل میں دیے ہوئے 'نمونہ دعوت نامے' کی مدد سے روداد تحریر کیجیے۔

الہلال اُردو ہائی اسکول اینڈ جونیئر کالج، دیانہ

الحمدللہ! بزمِ ادب، شعبۂ اُردو کی جانب سے

'بین الاقوامی یومِ مادری زبان'

کے موقع پر

'اُردو ہے جس کا نام...'

کے عنوان سے مباحثے کی تقریب منعقد کی جا رہی ہے۔

صدارت

محترم احمد اقبال صاحب (معتمد، اقبال اکادمی)

کلیدی خطاب

محترم حسن فاروقی صاحب (ماہرِ تعلیم)

زینتِ اسٹیج

محترم شیخ قاسم رضا صاحب (پرنسپل) | محترم سلام بن رزّاق صاحب (افسانہ نگار)

بروز اتوار، ۲۱؍فروری ۲۰۱۷ء بوقت صبح دس بجے

بمقام: اسمبلی ہال، الہلال ایجوکیشنل کیمپس، دیانہ

الدّاعیان

نور العین علی (صدر شعبۂ اُردو) | بشیر احمد انصاری (کنوینر)

ہدایت: ۱۔ دیے ہوئے دعوت نامے کی روشنی میں استاد طلبہ سے سوالات پوچھے۔

۲۔ تعلیم سے متعلق اُردو کے معروف اخبارات کے اداریے جمع کرنے کی ترغیب دے۔

۳۔ بچوں کے لیے شائع ہونے والے اُردو رسائل کا مطالعہ کرکے ان پر اپنی رائے کا اظہار کرنے کے لیے کہے۔

۷ دو یار

ظفر گورکھپوری

تعارف ظفرؔ گورکھپوری اُردو کے معروف شاعر تھے۔ ان کا نام ظفر احمد تھا اور قلمی نام ظفرؔ گورکھپوری۔ وہ ۵/مئی ۱۹۳۵ء کو گورکھپور، اُتر پردیش میں پیدا ہوئے۔ ان کی شاعری میں نعت اور غزلیں شامل ہیں۔ ان کے اشعار میں محبت، انسان دوستی، معاشرتی مسائل اور جدید احساسات کی خوب عکاسی ملتی ہے۔ ان کی مشہور تصانیف میں 'ناچ ری گڑیا' (بچوں کے لیے نظمیں)، 'زمین کے قریب'، 'آر پار کا منظر'، 'چراغِ چشمِ تر'، 'گوکھرو کے پھول'، 'تیشہ'، 'ہلکی ٹھنڈی تازہ ہوا' بھی شامل ہیں۔ ظفرؔ گورکھپوری نے اپنی منفرد شاعری کے ذریعے اُردو ادب کو نئی سمت دی۔ وہ ۳۰/جولائی ۲۰۱۷ء کو ممبئی میں وفات پا گئے۔

پہلی بات سماج کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارنا انسانی فطرت ہے۔ انسان کی زندگی میں رشتوں ناتوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دوستی انسانی زندگی کا ایک خوب صورت اور اہم رشتہ ہے۔ سچی دوستی اعتماد، خلوص اور قربانی پر قائم ہوتی ہے۔ اچھے دوست مشکل وقت میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں اور خوشی و غم میں شریک رہتے ہیں۔ ظفرؔ گورکھپوری کی نظم 'دو یار' میں دو دوستوں کے درمیان دوستی اور باہمی محبت کو نہایت سادہ اور دل کش انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک سچا دوست زندگی کی سب سے بڑی دولت ہوتا ہے۔

جانو شانو دو تھے یار　　دونوں میں تھا بے حد پیار
اک دن اُن میں بَیر ہوا　　جو اپنا تھا غیر ہوا
جانو نے لی لاٹھی تان　　شانو کی بھی تھی اک آن
غصّے میں دونوں بے حال　　دونوں کے تھے چہرے لال
طیش میں دونوں دیوانے　　لپکے ڈنڈوں کو تانے
اتنے میں اک گیند ہری　　دونوں کے نزدیک گری
دیکھی گیند تو مچلا من　　بھول گیا سب پاگل پن
کھیل تھا دونوں کو محبوب　　گیند بھی ظالم کیا ہے خوب!
دونوں نے سوچا اک بار　　کون کرے جھگڑا بے کار
لاٹھی سے پھڑوائے سر　　اور پڑے پھر بستر پر
تلخ دوائیں کھائے کون　　لڑ کر پھر پچھتائے کون
کھیل رہے ہوں گے سب یار　　کرشن، مظفر اور کیدار

کیسا ہوگا لطف وہاں   بھرا ہوا ہوگا میداں
تالی بجتی ہوگی خوب   دوڑ رہا ہوگا ایوب
کود رہا ہوگا بلراج   رنگ نرالا ہوگا آج
پھینکا دونوں نے ڈنڈا   ہو گیا سب غصّہ ٹھنڈا
ہنستے اور مچاتے شور
بھاگے وہ میداں کی اور

خلاصۂ کلام دو دوست جانو اور شانو ایک چھوٹی سی بات پر لڑنے لگتے ہیں اور لاٹھیاں اُٹھا لیتے ہیں۔ پھر اچانک ان کے پاس ایک گیند آ گرتی ہے۔ دونوں کو کھیلنا بہت پسند ہے۔ گیند دیکھتے ہی ان کا غصہ ختم ہو جاتا ہے اور سوچتے ہیں کہ جھگڑا کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ یہ سوچ کر دونوں ایک ساتھ غصہ تھوک دیتے ہیں اور لاٹھیاں پھینک دیتے ہیں۔ انھیں خیال آتا ہے کہ میدان میں ان کے دوست کھیل رہے ہوں گے اور تالیاں بجا رہے ہوں گے۔ دونوں خوشی خوشی شور مچاتے ہوئے میدان کی طرف دوڑتے ہیں۔ یہ نظم دو دوستوں کی کہانی ہے جو پہلے جھگڑتے ہیں مگر کھیل کی محبت انھیں دوبارہ ملا دیتی ہے۔ وہ سمجھ جاتے ہیں کہ لڑائی سے نقصان ہوتا ہے اور دوستی اور کھیل ہی اصل خوشی ہے۔ اس لیے وہ غصہ بھلا کر کھیلنے چلے جاتے ہیں۔

معنی و اشارات

بَیر	دشمنی	لاٹھی تاننا	لڑائی کے لیے تیار ہونا
تلخ	کڑوا، ناگوار	طیش	غصہ
نرالا	انوکھا، نیارا	چہرہ لال ہونا	غصہ ہونا

مشق

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ نظم کے شاعر کا نام بتائیے۔
۲۔ جانو اور شانو کی دوستی کیسی تھی؟
۳۔ غصّے میں جانو اور شانو کے چہرے کا رنگ کیسا ہو گیا؟
۴۔ جانو اور شانو کے قریب کیا چیز آ کر گری؟
۵۔ ایوب اور بلراج کے بارے میں شاعر نے کیا کہا ہے؟
۶۔ جانو اور شانو ڈنڈا پھینک کر کس طرف بھاگے؟
۷۔ جانو اور شانو کے دوست کون ہیں؟
۸۔ جانو اور شانو کیا سوچ کر جھگڑے سے رُک گئے؟

درج ذیل جملوں کے مفہوم والے مصرعے نظم سے تلاش کر کے لکھیے۔

۱۔ دونوں میں گہری دوستی تھی۔
۲۔ غصّے میں دونوں کی حالت خراب ہو جاتی ہے۔
۳۔ دونوں کو کھیلنا بہت پسند تھا۔
۴۔ لڑ کر پچھتانا ٹھیک نہیں ہے۔

لڑائی ختم کرنے کے لیے کون سا طریقہ استعمال کیا جا سکتا ہے؟

وسعت میرے بیاں کی

۱۔ اس نظم سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟
۲۔ اچھے دوست میں کون سی خوبیاں ہونی چاہئیں؟

سرگرمی/منصوبہ :

۱۔ آپ کو کون سا کھیل زیادہ پسند ہے؟ اس کے بارے میں ایک مضمون لکھیے۔
۲۔ کھیل سے وابستہ کون کون سی شخصیات کے نام سے آپ واقف ہیں، ان کی فہرست بنائیے اور انٹرنیٹ سے ان شخصیات کی تصویریں تلاش کر کے ایک چارٹ پر چپکائیے۔
۳۔ اس نظم کی روشنی میں ڈراما تیار کر کے اپنے کمرۂ جماعت میں پیش کیجیے۔

ہدایت : ۱۔ یومِ آزادی، یومِ جمہوریہ، یومِ اساتذہ اور یومِ تعلیم جیسے مواقع پر طلبہ کو تقریر لکھنے اور پیش کرنے کی ترغیب دے۔
۲۔ طلبہ کو اخبار کا کوئی اشتہار دکھا کر تفہیمی سوالات پوچھے۔

ضمیرِ استفہام

درج ذیل مصرعوں کا بغور مطالعہ کیجیے۔

۱۔ کون کرے جھگڑا بے کار

۲۔ تلخ دوائیں کھائے کون

۳۔ لڑ کر پھر پچھتائے کون

ان مصرعوں میں 'کون کرے، کھائے کون، پچھتائے کون' الفاظ ہمارے ذہن میں سوال پیدا کرتے ہیں۔ یہ الفاظ کسی اسم/نام کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔ یہ الفاظ جواب بھی چاہتے ہیں۔ یہ الفاظ کسی جملے کے شروع یا آخر میں بھی آسکتے ہیں۔

"وہ ضمیر جو کسی چیز، کسی شخص یا کسی کام کے بارے میں سوال کرنے کے لیے استعمال ہو، اسے **'ضمیرِ استفہام'** کہتے ہیں۔"

مثال : کب، کیسے، کیوں، کہاں، کتنا، کتنی وغیرہ۔

☆ **مثال کے مطابق سوالیہ جملے بنائیے۔**

مثال : آگرہ میں واقع تاج محل شاہ جہاں نے ممتاز محل کی یاد میں بنوایا۔ • (کہاں، کیا، کس نے، کیوں)

۱۔ تاج محل کہاں واقع ہے؟

۲۔ ممتاز محل کی یاد میں شاہ جہاں نے کیا بنوایا؟

۳۔ تاج محل کس نے بنوایا؟

۴۔ شاہ جہاں نے تاج محل کیوں بنوایا؟

(الف) حضرت عمرؓ راتوں کو گشت کر کے لوگوں کا حال معلوم کیا کرتے۔ • (کون، کب، کیا)

(ب) فیاض کو پانچویں جماعت میں اُردو مضمون میں سب سے زیادہ نمبر ملے۔ • (کسے، کس، کتنے)

(ج) مسرور خورشید نے ہمیں پیرس کی سیر کرائی۔ • (کس نے، کسے، کہاں)

(د) ایک سپاہی بندوق تانے مونا لیزا کی مسکراہٹ کی حفاظت کر رہا ہے۔ • (کون، کس کی، کیا)

ضمیرِ اضافی

درج ذیل جملے غور سے پڑھیے :

۱۔ میں نے اپنی دکان، مکان اور ساری جائداد فروخت کر دی۔

۲۔ آپ اپنا کام جاری رکھیے۔

۳۔ وہ اپنے ملازم کو ڈانٹ رہا تھا۔

پہلے جملے میں لفظ 'اپنی' واحد متکلم کے لیے استعمال ہوا ہے۔ دوسرے جملے میں لفظ 'اپنا' جمع مخاطب کے لیے استعمال ہوا

ہے۔ تیسرے جملے میں لفظ 'اپنے' واحد غائب کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ان تینوں جملوں میں لفظ اپنی، اپنا اور اپنے '**ضمیرِ اضافی**' ہیں۔

اب ان جملوں کو غور سے پڑھیے۔

۱۔ میں نے میری دکان، مکان اور ساری جائداد فروخت کر دی۔

۲۔ آپ آپ کا کام جاری رکھیے۔

۳۔ وہ اس کے ملازم کو ڈانٹ رہا تھا۔

یاد رکھیے، اس طرح کہنا اور لکھنا درست نہیں۔

درج ذیل جملوں کو درست کر کے لکھیے :

۱۔ میں میری جگہ جم کر کھڑا رہا۔

۲۔ حضرت عمرؓ چاہتے تو ان کے سپاہیوں کو حکم دے سکتے تھے۔

۳۔ والدین ان کے بچوں کی عزّت افزائی کے لیے موجود تھے۔

۴۔ وہ بے چینی سے اس کی باری کا انتظار کر رہا تھا۔

۵۔ تمھیں تمھاری صفائی میں کچھ کہنا ہے؟

۶۔ شکیل نے اس کا جرم قبول کر لیا ہے۔

کھیل کھیل میں

پہیلیاں

☆ **نیچے دی ہوئی پہیلیوں کا حل معلوم کیجیے۔ ان پہیلیوں کا جواب کوئی نہ کوئی کھیل ہے۔**

(اشارہ : گلی ڈنڈا، فٹ بال، ہاکی)

۱۔ ایک میدان میں لڑتے دیکھے لکڑی باز کرارے
لپکیں جھپکیں بھڑ جائیں پر ایک کو ایک نہ مارے
بال نہ بیکا ہونے دیں پر تیزم تاز بلا کی
لڑنے والے اِنے گنے اور جان لڑی صدہا کی

۲۔ آپ ہی اس کو ناچ نچاوے
وہ ناچے تو پٹی جاوے

۳۔ کیسے بھینچ رکھے ہیں دانت
جنے جنے کی سہے ہے لات

انٹرویو

☆ اپنے علاقے کے کسی معروف ٹیچر کا انٹرویو لے کر اسے تحریر کیجیے۔

(درج ذیل سوالوں کے علاوہ اپنے طور پر بھی ضروری سوال تیار کیجیے)

۱۔ اپنی تعلیم و تربیت اور خاندان کے بارے میں بتائیے۔
۲۔ آپ نے ٹیچر بننے کا فیصلہ کیوں اور کیسے کیا؟
۳۔ اپنے پسندیدہ ٹیچر کے بارے میں بتائیے۔
۴۔ ایک مثالی ٹیچر بننے کے لیے کون سی باتوں کا خیال رکھنا چاہیے؟
۵۔ آپ کو کون سے مضامین کی تدریس زیادہ پسند ہے؟
۶۔ ایک اچھے طالب علم میں کیا خوبیاں ہونی چاہئیں؟
۷۔ آپ کے خیال میں بہتر مستقبل کے لیے کون سی چیزوں پر زیادہ توجہ دینی چاہیے؟
۸۔ آپ مشکل مضامین کو آسان انداز میں کس طرح سمجھاتے ہیں؟
۹۔ آپ اپنے طلبہ اور دیگر اساتذہ کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

ہدایت: ۱۔ کسی معروف شخصیت کا انٹرویو لینے کے لیے تمام طلبہ کے گروہ بنا کر انٹرویو کی منصوبہ بندی کے ساتھ انعقاد کرائیں۔
۲۔ نئے لسانی کھیل کے طور پر آسان لفظی معمے، لفظی کھیل اور لفظی پہیلیاں بنانے کے لیے کہیں۔

۸

پیرس کی سیر

مجتبیٰ حسین

تعارف مشہور مزاح نگار مجتبیٰ حسین ۱۵؍ جولائی ۱۹۳۶ء کو ریاست کرناٹک کے ضلع گلبرگہ کی تحصیل چنچولی میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم والد کی نگرانی میں ہوئی۔ انھوں نے عثمانیہ یونیورسٹی سے بی.اے. کیا۔ اپنی ادبی زندگی کا آغاز صحافت سے کیا۔ معاون مدیر کی حیثیت سے اخبارات میں ملازمت کی اور کالم لکھے۔ ان کے طنزیہ و مزاحیہ مضامین، خاکوں اور سفرناموں کے کئی مجموعے منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ ان کی تخلیقات ہندی، انگریزی، روسی، جاپانی وغیرہ زبانوں میں ترجمہ کی جاچکی ہیں۔ حکومتِ ہند نے انھیں 'پدم شری' کے اعزاز سے نوازا ہے۔ 'قطع کلام'، 'سفر لخت لخت'، 'جاپان چلو جاپان چلو' اور 'آدمی نامہ' ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ ۲۷؍ مئی ۲۰۲۰ء کو حیدرآباد میں ان کا انتقال ہوا۔

پہلی بات زیرِ نظر سبق میں مصنف نے اپنے سفرِ یورپ کے دوران پیرس شہر اور خاص طور پر ایفل ٹاور کی سیر کا احوال نہایت دلچسپ اور سادہ انداز میں بیان کیا ہے۔ اِس سفرنامے کے ذریعے ہمیں نہ صرف پیرس کی خوب صورتی، وہاں کے مشہور مقامات اور تہذیب و ثقافت کے بارے میں معلومات ملتی ہے بلکہ اس ملک کے تاریخی ورثے سے واقفیت بھی حاصل ہوتی ہے۔ یہ سبق ہم میں سفر سے دلچسپی، مشاہدے کی قوت اور دوسری قوموں کو سمجھنے کا شعور پیدا کرتا ہے۔ ساتھ ہی یہ ہمیں احساس دلاتا ہے کہ جس طرح ہم اپنے ملک کے تاج محل پر فخر کرتے ہیں اسی طرح دوسرے ممالک بھی اپنی تاریخی عمارتوں پر ناز کرتے ہیں۔ تو چلیے! مجتبیٰ حسین کے ساتھ پیرس کی سیر پر چلتے ہیں۔

آدمی یورپ جائے اور پیرس نہ دیکھے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی آگرہ جا کر وہاں کا پیٹھا تو کھائے لیکن تاج محل نہ دیکھے۔ ہم بھی بہت دنوں تک برطانیہ میں پیٹھا ہی کھاتے رہے۔ پیرس یورپ کے کلچر کا مرکز ہے اور ہم کلچر کے پاس ذرا دیر سے ہی جاتے ہیں۔ ۱۱؍ مارچ کی وہ ایک خنک شام تھی جب ہم لندن کے احباب کو خدا حافظ کہہ، اپنے کندھے پر جھولا ڈال وکٹوریہ اسٹیشن کے سامنے ایک بس میں سوار ہوگئے۔ رات کو بسوں کا یہ قافلہ لندن سے چلتا ہے اور دوسرے دن منہ اندھیرے پیرس پہنچ جاتا ہے۔ آنے جانے کا کرایہ صرف ۳۸؍ پاؤنڈ ہوتا ہے۔ بس میں سوار ہوتے ہی ہمیں احساس ہوا کہ ہم اچانک ایک غیر مانوس دنیا میں پہنچ گئے ہیں کیونکہ بس میں کوئی انگریزی بولنے والا دِکھائی دینا تو بہت دور کی بات ہے، سنائی تک نہ دیتا تھا۔ اکثریت فرانسیسیوں کی تھی جو 'غوں غاں' کر رہے تھے۔ فرانسیسی اپنی بات چیت میں 'غ' کا جتنا استعمال کرتے ہیں اتنا یورپ میں شاید ہی کوئی اور قوم کرتی ہو۔ تبھی تو کلچر کے معاملے میں انھوں نے اتنی ترقی کی ہے۔

بس بڑی دیر تک لندن میں گھومتی رہی۔ پھر شہر سے باہر نکل گئی۔ تین گھنٹوں کے سفر کے بعد ہمیں یہ مژدہ سنایا گیا کہ ہم برطانیہ کی بندرگاہ ڈوور (Dover) پہنچ گئے ہیں۔ یہاں سے بس اب سمندری جہاز میں داخل ہوگی اور بعد میں یہ سمندری جہاز ہمیں بس سمیت فرانس کی بندرگاہ بولون-سر-میر (Boulogne-Sur-Mer) تک لے جائے گا۔ ہم سے کہا گیا کہ ہم کسٹم

وغیرہ کی رسومات طے کرلیں۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ ڈووَر کی بندرگاہ کو تو خیر ہم کیا دیکھتے لیکن اس کے اطراف پھیلی ہوئی سفید رنگ کی پہاڑیوں کو دیکھ کر ہمارے وجود میں اُجالا سا پھیل گیا۔ سبحان اللہ! کیا اُجلی اور شفاف پہاڑیاں ہیں۔ یوں لگا جیسے کسی نے سارے ماحول میں روئی کے گالے اُچھال دیے ہوں۔ اس منظر کو دیکھ کر ہماری روشنیِ طبع کچھ اور تیز ہوگئی اور ہمیں ہر طرف سپیدی کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیا۔ بادلِ نخواستہ اس منظر کو چھوڑ کر ہم دوبارہ بس میں سوار ہوکر سمندری جہاز میں داخل ہونے لگے تو دیکھا کہ بسوں کی ایک لمبی قطار ہے جو سمندری جہاز میں داخل ہوتی چلی جارہی ہے۔

جہاز کی نچلی منزل میں بس رُکی تو ہمیں بتایا گیا کہ ہم فرانس کی بندرگاہ بولون-سر-میر کے آنے تک آزاد ہیں۔ جہاز میں جہاں چاہیں بیٹھیں مگر بولون-سر-میر کے آتے ہی بس میں آن بیٹھیں۔ پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی۔ فرانس اور انگلستان کے بیچ سمندر میں اکثر تموّج رہتا ہے۔ پیرس کی سرزمین پر ہماری بس نے قدم رنجہ فرمایا تو صبح کی اوّلین ساعتیں آچکی تھیں۔ فرانسیسی دیہاتوں کے اُجلے، سفید اور چمکیلے مکانوں نے ہماری آنکھوں کو منوّر کردیا۔ برطانوی مکان زیادہ تر سرخ اینٹوں کے بنے ہوتے ہیں اور ان کا رنگ بھورا یا زردی مائل سا ہوتا ہے جبکہ فرانسیسی مکان سفید اور بھڑکیلے ہوتے ہیں۔

فرانس کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی ہمیں اس بات سے سخت تشویش ہوئی کہ ہماری بس نے اچانک ٹریفک کے اُصولوں کی خلاف ورزی شروع کردی یعنی جو بس اب تک سڑک کے بائیں طرف چل رہی تھی اس نے اچانک دائیں طرف کو چلنا شروع کردیا۔ سارا یورپ دائیں طرف کو چلتا ہے مگر برطانیہ اپنے روایتی مزاج کی وجہ سے بائیں طرف چلتا ہے۔ کچھ دیر تک عجیب سی اُلجھن ہوتی رہی۔ پھر اپنی بے وقوفی پر غصہ بھی آیا کہ چار دن کے لیے فرانس میں آئے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ فرانسیسیوں کو راہِ راست پر لانے کی ذمے داری ہماری ہے۔

بس جوں جوں پیرس کے مضافات سے گزرنے لگی ہمیں اپنے میزبان مسرورؔ خورشید کا خیال آنے لگا۔ ان سے پچھلی شام فون پر یہ بات طے ہوگئی تھی کہ وہ پیرس کے محلے اسٹالن گراڈ (Stalingrad) کے بس اسٹاپ پر ہمارا انتظار کریں گے۔ ہماری ان سے یہ پہلی ملاقات تھی۔ سو ہم عادتاً ان سے کچھ رسمی گفتگو بھی کرنا چاہتے تھے مگر وہ ہماری رسمی گفتگو سننے کے مشتاق نظر نہیں آئے۔ انھوں نے فون پر ہم سے کہہ رکھا تھا کہ ہم اپنے ساتھ اپنا ایک عدد فوٹو بھی لیتے آئیں۔ انھوں نے پوچھا، ”آپ کا فوٹو کہاں ہے؟“ ہم نے فوٹو ان کے ہاتھ میں تھمایا تو اسے لے کر تیز تیز قدموں سے زیرِ زمین اُترنے لگے۔ یہ اسٹالن گراڈ کا زمین دوز ریلوے اسٹیشن تھا۔ پیرس کی زمین دوز ریل کو میٹرو کہا جاتا ہے۔ لندن کی ٹیوب (Tube) اور پیرس کی میٹرو میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

فرانس کی ریلیں یورپ کی ریلوں میں سب سے کارگر اور کامیاب سمجھی جاتی ہیں۔ رفتار جتنی تیز ہے کرایہ اتنا ہی کم ہے۔

مسرور خورشید نے ہمیں پیرس کی سیر کرائی۔ آدھے گھنٹے میں ہم لووَر (Louvre) کے شہرۂ آفاق میوزیم میں تھے۔ لووَر کا میوزیم جس محل میں واقع ہے وہ چالیس ایکڑ کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ اتنا بڑا میوزیم ہے کہ اسے دیکھنے کے

لیے ایک عمر چاہیے۔ یونان، روم، مصر اور مشرقی ممالک کے شعبے الگ ہیں۔ دنیا بھر کے مجسّمے اور مصوری کے شاہکار ہیں۔ جتنے قیمتی مجسّمے اور پینٹنگس اس میوزیم میں ہیں، دنیا کے کسی اور میوزیم میں نہیں ہیں۔ دوسری صدی قبل مسیح کے مشہور و معروف 'وینس ڈی میلو' کے مجسّمے کا دیدار بھی یہیں ہوا۔ لیونارڈو- دا- وِنچی کی شہرہ آفاق پینٹنگ 'مونا لیزا' کو بھی اسی میوزیم میں دیکھا۔ اس تصویر کی یوں حفاظت کی جاتی ہے جیسے یہ کوئی زندہ ہستی ہے۔ بلٹ پروف شیشے کے پیچھے سے 'مونا لیزا' ہمیں دیکھ کر مسکراتی رہی۔ اور ہم اس بات پر مسکراتے رہے کہ بلٹ پروف شیشے کی حفاظت میں رہنے کے باوجود ایک سپاہی بندوق تانے مونا لیزا کی مسکراہٹ کی حفاظت کر رہا ہے۔

خیر! لووَر کے میوزیم سے ہم حیرت زدہ ہوکر نکلے تو ایفل ٹاوَر جا پہنچے۔ ۳۲۰ میٹر اونچا یہ فولادی ٹاور ۱۸۸۹ء میں بنا تھا۔ اس کے اوپر چڑھ جایئے تو نہ صرف سارا پیرس دکھائی دیتا ہے بلکہ پیرس کے بہت سے نواحی علاقے بھی دِکھائی دیتے ہیں۔ یہ پیرس میں ہر جگہ سے دِکھائی دیتا ہے۔ ایک انگریز ادیب نے ایفل ٹاوَر کے بارے میں لکھا تھا کہ پیرس میں اس بدنما ڈھانچے کے دیدار سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ آدمی خود ایفل ٹاوَر پر جا کر بیٹھ جائے۔ ایفل ٹاور کے سامنے دریائے سین (Seine) بہت سلیقے سے بہتا ہے۔ دریا کو پل سے عبور کرکے آگے نکل جایئے تو 'پیلے دی شیوٗ' آتا ہے۔ یہاں نیشنل تھیٹر ہے اور کئی قسم کے میوزیم ہیں۔ یہ پیرس کا سب سے خوب صورت علاقہ ہے، بالخصوص رات میں اس کا منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم بہت دیر تک دریائے سین کے کنارے کھڑے رہے۔ یورپ کے اکثر دریا ہمیں نہایت شریف نظر آئے۔ سین میں اس وقت کئی جہاز چل رہے تھے۔ شام ہونے کو تھی اور ایک پروفیسر صاحب آٹھ بجے گھر آنے والے تھے۔ اس لیے ہم بھی گھر چلے آئے۔

مفت تقسیم کے لیے

معنی و اشارات

کلچر - ثقافت، تہذیب
خنک - ٹھنڈا، سرد
پاؤنڈ - برطانیہ کی کرنسی
غیر مانوس - انجان، اجنبی
غوں غاں - دودھ پیتے بچے کی ہنکار، کچھ کچھ بولنا
بندرگاہ - آبی جہازوں کے ٹھہرنے کی جگہ
روشنیِ طبع - ذہانت
سپیدی - روشنی، سفیدی

بادلِ نخواستہ - بے دلی سے، مرضی کے خلاف
تموّج - ہوا کا زور، پانی یا ہوا کی لہریں
ساعت - وقت کی کوئی اکائی، لمحہ
راہِ راست - سیدھا راستہ
شہرہ آفاق - تمام دنیا میں مشہور
قبلِ مسیح - حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے پہلے کا زمانہ
نواح - اِردگرد کا علاقہ

ڈوور - انگلینڈ کے جنوب مشرقی ساحل پر واقع شہر کی مرکزی بندرگاہ۔ یہ صدیوں سے یورپ کا گیٹ وے رہی ہے۔ سمندری اہمیت اور دلچسپ تاریخ کی وجہ سے مشہور ہے۔ یہ بندرگاہ تجارت اور کمیونٹی کی سرگرمیوں کے لیے اہم ہے۔

بولون-سر-میر - یہ شمالی فرانس کا ایک ساحلی شہر ہے۔ یہ ملک کی سب سے بڑی ماہی گیری کی بندرگاہ بھی ہے۔

مشق

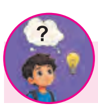

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ پیرس شہر کس ملک کی راجدھانی ہے؟
۲۔ لندن سے پیرس آنے جانے کا کرایہ کتنا ہے؟
۳۔ برطانیہ کی بندرگاہ کا کیا نام ہے؟
۴۔ فرانسیسی مکان کیسے ہوتے ہیں؟
۵۔ برطانیہ کا ٹریفک کس طرف چلتا ہے؟
۶۔ پیرس کے زمین دوز ریلوے اسٹیشن کو کیا کہا جاتا ہے؟
۷۔ لوور کے میوزیم کا رقبہ کتنا ہے؟
۸۔ مصنف نے کس شہرہ آفاق پینٹنگ کا ذکر کیا ہے؟
۹۔ ایفل ٹاور کتنے میٹر اونچا ہے؟
۱۰۔ ایفل ٹاور کے سامنے بہنے والے دریا کا نام کیا ہے؟

مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ مصنف نے پیرس کے سفر کے دوران بس اور سمندری جہاز کے کون سے تجربات کا ذکر کیا ہے؟
۲۔ فرانس اور برطانیہ کے مکانوں میں کیا فرق نظر آتا ہے؟

تفصیلی جواب لکھیے۔

۱۔ ڈوور کی بندرگاہ کا منظر بیان کیجیے۔
۲۔ لووَر کے میوزیم کے بارے میں مصنف نے کیا لکھا ہے؟

خط کشیدہ لفظ کی جگہ سبق میں آئے ہوئے لفظ تلاش کر کے لکھیے۔

۱۔ یہ قافلہ لندن سے چلتا ہے اور دوسرے دن صبح سویرے پیرس پہنچ جاتا ہے۔
۲۔ فرانسیسیوں کو صحیح راستے پر لانے کی ذمے داری ہماری ہے۔
۳۔ بس جیسے جیسے پیرس کے مضافات سے گزرنے لگی۔
۴۔ سو ہم عادتاً ان سے کچھ عام بات چیت بھی کرنا چاہتے تھے۔

دیے ہوئے جملے کو فعل ماضی میں تبدیل کیجیے۔

۱۔ رات کو بسوں کا قافلہ لندن سے چلتا ہے۔
۲۔ آپ کا فوٹو کہاں ہے؟
۳۔ پروفیسر صاحب آٹھ بجے گھر آنے والے ہیں۔
۴۔ سپاہی بندوق تانے مونا لیزا کی مسکراہٹ کی حفاظت کر رہا ہے۔
۵۔ بس اب تک سڑک کی بائیں طرف چل رہی ہے۔

زورِ قلم

۱۔ اپنے کسی یادگار سفر کے بارے میں اپنے لفظوں میں لکھیے۔
۲۔ گھر سے اسکول تک کے سفر کا حال اپنی بیاض میں لکھیے۔
۳۔ معلوم کیجیے کہ آپ کے شہر/ گاؤں کے آس پاس کون سے ایسے مقامات ہیں جہاں آپ سیر کے لیے جا سکتے ہیں؟ اس کے بارے میں لکھیے۔

سرگرمی/منصوبہ :

۱۔ جماعت کے طلبہ گروپ بنا کر انٹرنیٹ کی مدد سے حیدرآباد کے سالار جنگ میوزیم کے متعلق معلومات جمع کریں، مختلف نکات پر تبادلۂ خیال کریں اور آخر میں گروپ لیڈر اپنے نکات پیش کرے۔
۲۔ اس سفرنامے کا خلاصہ اپنے الفاظ میں بیان کیجیے اور لکھیے۔

ہدایت : گوشۂ مطالعہ سے مختلف اصنافِ ادب کی کتابیں حاصل کر کے پڑھنے اور ان پر تبصرہ کرنے کی ترغیب دے۔

کالم 'الف' میں دی ہوئی تصویر کو کالم 'ب' میں دیے ہوئے اس کے نام سے جوڑیے۔

کالم 'الف'	کالم 'ب'
۱۔	ایفل ٹاور
۲۔	مونا لیزا
۳۔	دریائے سین
۴۔ 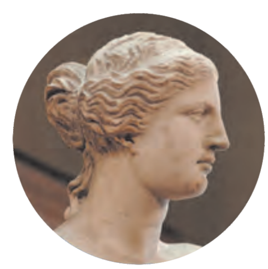	لوور میوزیم
۵۔	یورپ کا یورو
۶)	وینس ڈی میلو کا مجسمہ

ماضی مطلق

۱۔ انھوں نے ایک نظام قائم کیا۔
۲۔ قافلہ منزل پر ٹھہر گیا۔
۳۔ ہم ایک بس میں سوار ہو گئے۔
۴۔ فردوس اس عرصے میں آ گئی۔

ان جملوں میں کام کا ہونا گزرے ہوئے زمانے میں پایا جاتا ہے۔ اسے 'ماضی مطلق' کہتے ہیں۔

☆ درج ذیل جملوں کو ماضی مطلق میں تبدیل کیجیے۔

۱۔ ابّا تھوڑی دیر چپ چاپ کھڑے رہتے ہیں۔
۲۔ اکرم امّاں کے قدموں میں بیٹھ کر روتا ہے۔
۳۔ اس کے بعد پردہ گرتا ہے۔
۴۔ ریل اسٹیشن سے گزرتی ہے۔

ان جملوں پر غور کیجیے :

۱۔ دشمن کی فوج پیش قدمی کر رہی ہے۔
۲۔ بچے کپڑے بدل کر باہر نکل رہے ہیں۔
۳۔ باغ میں کلیاں کھل رہی ہیں۔

ان جملوں میں خط کشیدہ افعال سے پتا چلتا ہے کہ کام ختم نہیں ہوا بلکہ ابھی جاری ہے۔ انھیں 'حالِ ناتمام' کہتے ہیں۔

اب یہ جملے دیکھیے :

۱۔ یہ گھر میں نے خرید لیا ہے۔
۲۔ عرفان اپنا کام ختم کر کے جا چکا ہے۔

ان جملوں میں خط کشیدہ الفاظ سے حال میں کام ختم ہونے کا علم ہوتا ہے۔ ایسے زمانے کو 'حالِ تمام' کہتے ہیں۔

اسماعیل میرٹھی

۹ بارش کا پہلا قطرہ

تعارف بچوں کے مشہور شاعر اسماعیل میرٹھی ۱۲؍نومبر ۱۸۴۴ء کو میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر ہی پر حاصل کی، بعد ازاں میرٹھ کے ایک اسکول میں داخلہ لیا۔ انھوں نے انجینئرنگ کی تعلیم بھی حاصل کی۔ اس کے بعد میرٹھ میں انسپکٹر آف اسکول کی خدمات انجام دیں۔ انھوں نے کئی برسوں تک تنِ تنہا درسی کتابوں کی تدوین کا فریضہ انجام دیا۔ اسماعیل میرٹھی نے نہایت آسان اور سادہ زبان میں مختلف عمر کے بچوں کے لیے دلچسپ نظمیں لکھی ہیں۔ عام زندگی سے تعلق رکھنے والی چیزوں کو موضوع بنا کر اعلیٰ قدروں کا درس دیا ہے۔ اس کی ایک مثال نظم 'بارش کا پہلا قطرہ' بھی ہے۔ بچوں کے لیے ان کی نظموں کا پہلا مجموعہ 'ریزۂ جواہر' ۱۸۸۵ء میں شائع ہوا۔ ان کا انتقال یکم نومبر ۱۹۱۷ء کو میرٹھ میں ہوا۔

پہلی بات زندگی میں اگر کچھ کر دِکھانا ہو تو اس کے لیے ہمت اور حوصلہ نہایت ضروری ہے۔ باہمت لوگ ہی اس دنیا میں کوئی کارنامہ انجام دیتے ہیں۔ زمانہ انھیں یاد رکھتا ہے۔ شاعر نے اس نظم میں بتایا ہے کہ کسی بھی کام کو شروع کرنے کے لیے ہمت ضروری ہے۔ جب کوئی شخص اپنی کم مائیگی کے باوجود ہمت کر کے قدم بڑھاتا ہے تو دوسرے بھی اس کا ساتھ دیتے ہیں۔

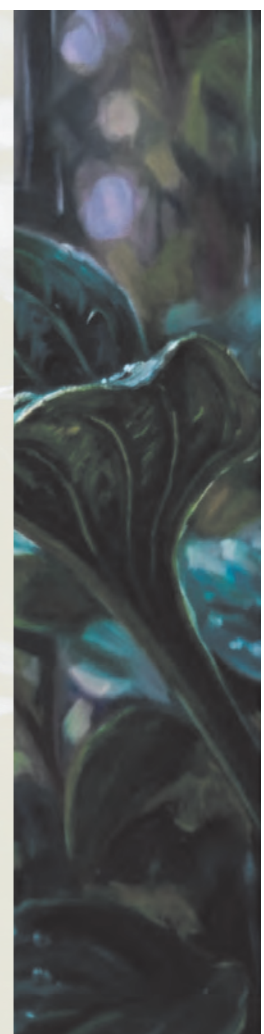

گھنگھور گھٹا تُلی کھڑی تھی — پر بوند ابھی نہیں پڑی تھی
ہر قطرے کے دل میں تھا یہ خطرہ — ناچیز ہوں میں غریب قطرہ
کیا کھیت کی میں بجھاؤں گا پیاس — اپنا ہی کروں گا ستیاناس
آتی ہے برسنے سے مجھے شرم — مٹی پتھر تمام ہیں گرم
خالی ہاتھوں سے کیا سخاوت — پھیکی باتوں میں کیا حلاوت
کس بِرتے پہ میں کروں دلیری — میں کون ہوں، کیا بساط میری
ہر قطرے کے دل میں تھا یہی غم — سرگوشیاں ہو رہی تھیں باہم
کھچڑی سی فضا میں پک رہی تھی — کچھ کچھ بجلی چمک رہی تھی
اک قطرہ کہ تھا بڑا دلاور — ہمت کے مُحیط کا شَناور
بولا للکار کر کہ آؤ — میرے پیچھے قدم بڑھاؤ
کر گزرو جو ہو سکے کچھ احسان — ڈالو مردہ زمین میں جان
یارو! یہ ہچر مچر کہاں تک — اپنی سی کرو بنے جہاں تک
مل کر جو کرو گے جاں فشانی — میدان پہ پھیر دو گے پانی

کہتا ہوں سب سے برملا میں
آتے ہو تو آؤ، لو چلا میں

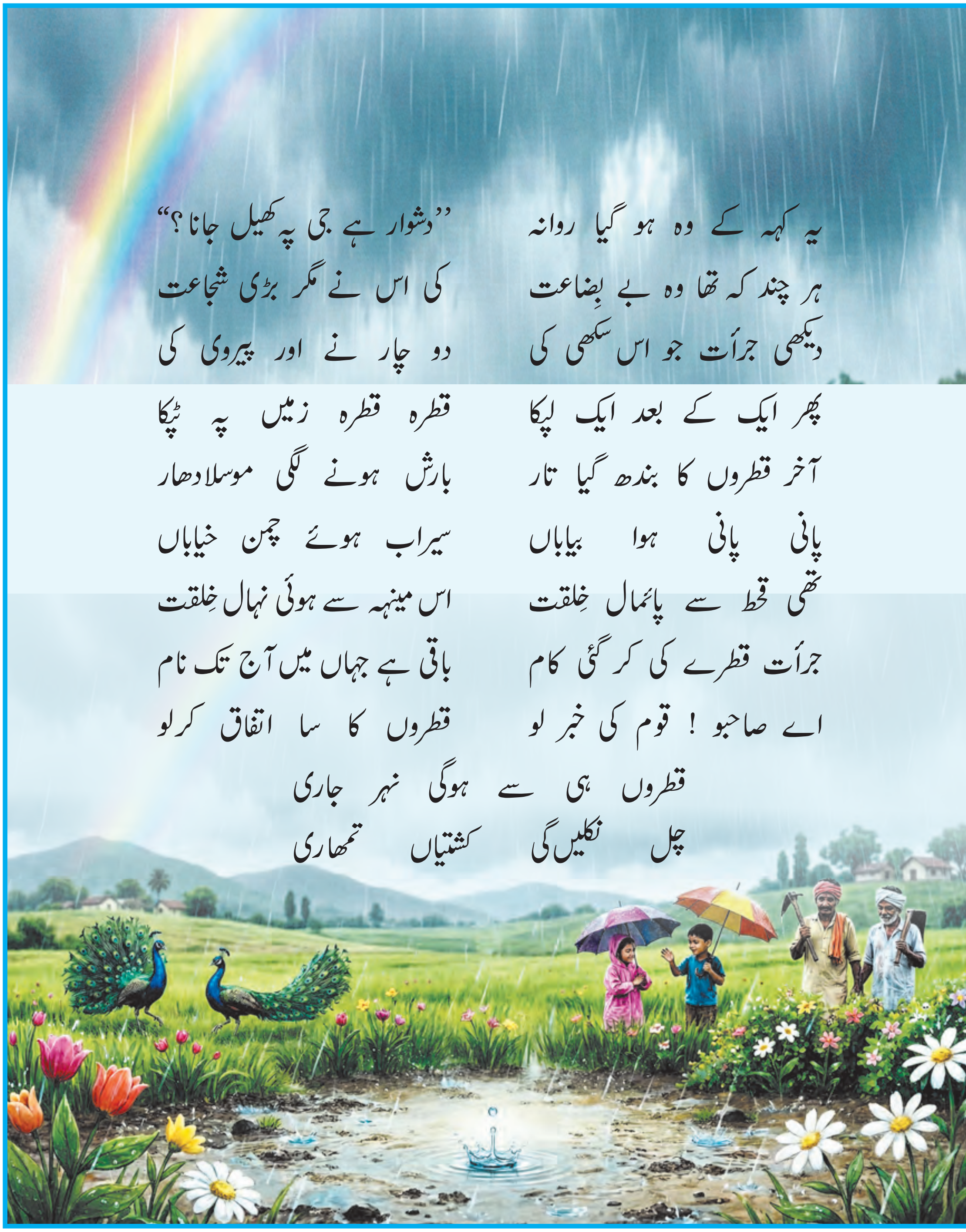

یہ کہہ کے وہ ہو گیا روانہ — ”دشوار ہے جی پہ کھیل جانا؟“
ہر چند کہ تھا وہ بے بِضاعت — کی اس نے مگر بڑی شجاعت
دیکھی جرأت جو اس سکھی کی — دو چار نے اور پیروی کی
پھر ایک کے بعد ایک لپکا — قطرہ قطرہ زمیں پہ ٹپکا
آخر قطروں کا بندھ گیا تار — بارش ہونے لگی موسلادھار
پانی پانی ہوا بیاباں — سیراب ہوئے چمن خیاباں
تھی قحط سے پائمال خِلقت — اس مینہہ سے ہوئی نہال خِلقت
جرأت قطرے کی کر گئی کام — باقی ہے جہاں میں آج تک نام
اے صاحبو ! قوم کی خبر لو — قطروں کا سا اتفاق کر لو

قطروں ہی سے ہوگی نہر جاری
چل نکلیں گی کشتیاں تمھاری

خلاصۂ کلام اس نظم میں برسات کی منظرکشی کے ذریعے قومی اتحاد کی تعلیم دی گئی ہے۔ آسمان پر کالی کالی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ پیاسے کھیتوں کو دیکھ کر ہر قطرہ یہ سوچ رہا تھا کہ میری کیا طاقت ہے جو ان کھیتوں کو سیراب کرسکوں۔ قطروں کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی۔ تبھی ایک بہادر قطرے نے انھیں للکارا کہ ہمت سے کام لو اور میرے پیچھے قدم بڑھاؤ۔ سب نے اس کی بات مان لی اور موسلادھار بارش شروع ہوگئی جس سے پیاسی زمین سیراب ہوگئی۔ شاعر انسانوں سے مخاطب ہوکر یہ کہتا ہے کہ تم بھی اپنی قوم کی خبر لو اور اپنے اندر بارش کے قطروں کی طرح اتحاد قائم کرو تو تمھارا بیڑا پار ہوجائے گا۔

معنی و اشارات

لفظ	معنی
سخاوت	خیرات
حلاوت	مٹھاس
بِرتے	طاقت، بل
بساط	حیثیت
باہم	آپس میں
محیط	گھیرا، یہاں مراد سمندر
شناور	تیراک
ہچر مچر	ٹال مٹول
جاں فشانی	سخت محنت
برملا	اعلانیہ، صاف صاف
بے بضاعت	کم حیثیت
شجاعت	بہادری
سکھی	دوست
بیاباں	جنگل، ویرانہ
خیاباں	کیاری
پائمال	کچلا ہوا
خلقت	لوگ
اتفاق	اتحاد

مشق

سوچیے اور بتائیے۔

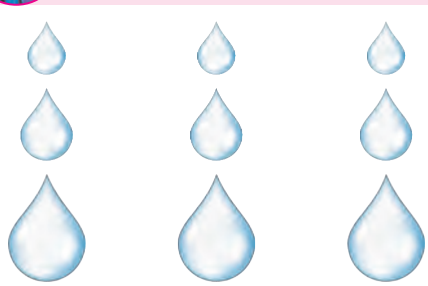

۱۔ اس نظم کے شاعر کا نام بتائیے۔
۲۔ اسماعیل میرٹھی کا پہلا مجموعہ کب شائع ہوا؟
۳۔ خود کو ناچیز اور غریب کون سمجھ رہا تھا؟
۴۔ دلاور قطرے نے کیا کہا؟
۵۔ بارش سے کون سیراب ہوا؟

مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ نظم میں شاعر نے قطرے کے خوف کو کس طرح بیان کیا ہے؟
۲۔ دلاور قطرے کے قدم بڑھانے کے بعد بارش کے منظر کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔
۳۔ قطرے کی جرأت قوم کو کیا پیغام دیتی ہے؟

جملوں میں استعمال کیجیے۔

۱۔ سرگوشیاں کرنا
۲۔ سیراب ہونا
۳۔ ہچر مچر کرنا
۴۔ جاں فشانی کرنا
۵۔ کھچڑی پکنا
۶۔ جرأت دِکھانا
۷۔ قحط پڑ جانا
۸۔ پانی پھیر دینا
۹۔ جی پر کھیل جانا

مصرعوں میں خط کشیدہ لفظ کی ضد لکھیے۔

۱۔ خالی ہاتھوں سے کیا سخاوت (کنجوسی ، دریا دلی)

۲۔ اک قطرہ کہ تھا بڑا دلاور (بزدل ، بہادر)

۳۔ ڈالو مردہ زمین میں جان (زندہ ، مرا ہوا)

۴۔ دشوار ہے جی پہ کھیل جانا (آسان ، مشکل)

۵۔ قطروں کا سا اتفاق کرلو (اتحاد ، اختلاف)

مصرعوں کو اپنے الفاظ میں لکھیے۔

۱۔ کس برتے پہ میں کروں دلیری

۲۔ میں کون ہوں، کیا بساط میری

۳۔ یارو، یہ ہچر مچر کہاں تک

۴۔ جرأت قطرے کی کرگئی کام

۵۔ چل نکلیں گی کشتیاں تمھاری

زورِ قلم

اس نظم میں پیش کیے گئے واقعے کو اپنے الفاظ میں کہانی کی شکل میں تحریر کیجیے۔

سرگرمی/منصوبہ :

۱۔ یہ جاننے کی کوشش کیجیے کہ ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق آپ کو چوبیس گھنٹوں کے دوران کتنا پانی پینا چاہیے، پانی کی کمی کا ہمارے جسم پر کیا اثر پڑتا ہے اور آپ روزانہ کتنا پانی پیتے ہیں؟

۲۔ مختلف رسائل کا مطالعہ کرکے اس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیجیے۔

آیئے زبان سیکھیں

ماضی ناتمام

۱۔ کھچڑی سی فضا میں پک رہی تھی۔

۲۔ رکشے والا ذرا آنا کانی کر رہا تھا۔

۳۔ دکان داروں میں کوئی اونگھ رہا تھا۔

۴۔ میں لکڑیاں لیے ہوئے ادھر سے گزر رہا تھا۔

ان جملوں سے زمانہ ماضی میں کام کا ہونا اور جاری رہنا ظاہر ہوتا ہے یعنی کوئی کام 'ہو رہا تھا'، 'کر رہے تھے' یا 'جاری تھا'۔ اسے '**ماضی ناتمام**' کہتے ہیں۔ اس میں کام کے جاری رہنے کے ساتھ یہ بھی پتا چلتا ہے کہ کام مکمل نہیں ہوا تھا۔ اس سے پہلے آپ ماضی مطلق کے بارے میں پڑھ چکے ہیں جس میں کام کا ہونا گزرے ہوئے زمانے میں پایا جاتا ہے۔

☆ درج ذیل جملوں کو ماضی ناتمام میں تبدیل کیجیے۔

۱۔ کل دوپہر میں بارش ہوئی۔

۲۔ باپ کا دل بھی جھوم گیا۔

۳۔ انھوں نے کعبۃ اللہ میں نماز ادا کی۔

۴۔ بچوں نے کتابیں جمع کیں۔

۵۔ اس سال بہت گرمی ہوئی۔

۱۰ ذرا سی دیر

نورالعین علی

تعارف نورالعین علی ۲۷ر فروری ۱۹۳۰ء کو امراؤتی میں پیدا ہوئیں۔ وہ بچوں کے مشہور شاعر مولوی اسماعیل میرٹھی کی نواسی تھیں۔ انھوں نے وِدربھ مہاودیالیہ (امراؤتی) سے بی.اے کا امتحان پاس کیا تھا۔ امراؤتی میں تدریسی فرائض انجام دیے۔ ایم.اے.اور بی.ایڈ. کے امتحانات پاس ہونے کے بعد وہ ممبئی آ گئیں۔ یہاں سیکنڈری ٹریننگ کالج میں لیکچرار کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا۔ انھوں نے تیس برسوں تک درسی کتابوں کی تدوین کی اور کئی کہانیاں، نظمیں، مکالمے اور ڈرامے تحریر کیے۔ ان کے ڈراموں کے مجموعے ’کینسر‘، ’سوچ لیجیے‘، ’بہو کی تلاش اور دوسرے ڈرامے‘ منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ ان کے پچاس سے زائد ڈرامے اور خاکے ریڈیو سے نشر ہوئے۔ ان کے کئی ڈراموں کو تعلیمی اداروں میں پیش کیا گیا۔ ان کا انتقال ۲۴ر دسمبر ۲۰۱۶ء کو ناگپور میں ہوا اور تدفین ان کے آبائی وطن امراؤتی میں عمل میں آئی۔

پہلی بات بدلتے ہوئے زمانے کے ساتھ ہمیں اپنے پرانے خیالات سے چھٹکارا پانا چاہیے اور بچوں کو نئے زمانے کی ضروریات کے مطابق تیار کرنا چاہیے۔ ساتھ ہی اپنے وعدے کو نباہنے کی اہمیت کا خیال رکھنا چاہیے۔ وعدہ خلافی ایک اخلاقی کمزوری ہے۔ اس سے بعض اوقات لوگوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے ہمیں اپنے وعدے کو ہمیشہ پورا کرنا چاہیے۔

کردار : ابّا، امّاں، فردوس، اکرم، ڈاکٹر پرکاش دیشمکھ، مسز وِمل دیشمکھ

(مغرب کے بعد کا وقت۔ ابا باہر سے آتے ہیں)

اماں : کچھ پتا چلا؟

ابّا : اسکول میں کوئی نہیں ہے۔ پھاٹک بند ہے۔

اماں : اور اکرم؟

ابّا : وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ انتہائی غیر ذمے دار لڑکا ہے۔

اماں : آپ اس کے دوستوں میں سے کسی کو فون کر کے دیکھیے۔

ابّا : تم نے فردوس کی ساتھی لڑکیوں میں سے کسی کو فون کیا؟

اماں : میں تو خود فرحانہ کے گھر گئی تھی۔ اس نے بتایا کہ پانچ بجے کے قریب ان کی پریکٹس ختم ہو گئی تھی۔ ان سب لڑکیوں کے روز کے رکشے والے آ گئے تھے۔ فرحانہ نے فردوس سے کہا بھی کہ وہ اپنے رکشے والے سے اسے گھر تک پہنچانے کو کہہ دے گی مگر فردوس راضی نہیں ہوئی۔

ابّا : عجب احمق لڑکی ہے! کیوں راضی نہیں ہوئی؟

اماں : ایک تو یہ کہ وہ سب لڑکیاں دوسرے محلے کی رہنے والی تھیں۔ ہمارے محلے کا نام سن کر رکشے والا ذرا آنا کانی کر رہا تھا۔ دوسرے یہ کہ فردوس کہنے لگی کہ بھیا مجھے یہاں نہیں دیکھیں گے تو پریشان ہوں گے۔ میں یہیں انتظار کرتی ہوں، تھوڑی دیر میں آ ہی جائیں گے۔

ابّا : ان کی پی ٹی ٹیچر کا نام معلوم ہے تمھیں؟...اسکول کی ہیڈ مسٹریس کو فون کرتا ہوں۔

اماں : فون کرنے میں کیوں وقت ضائع کرتے ہیں۔خود چل کر اسکول میں پوچھ گچھ کرتے ہیں۔شاید اسکول کے چوکیدار، چپراسی یا کسی ملازم کو معلوم ہو۔

ابّا : تم گھر ہی میں ٹھہرو۔ میں اسکول جاتا ہوں۔فردوس اس عرصے میں آ گئی ہو تو تم مجھے موبائل پر اطلاع دینا۔

اماں : ہاں، ٹھیک ہے۔اور اگر وہاں کچھ پتا نشان معلوم ہو تو آپ فون کر دیجیے گا۔

ابّا : ضرور ضرور۔میرا موبائل اور بٹوا اُٹھا دو۔

(اماں میز پر سے موبائل اور بٹوا اُٹھا کر دیتی ہیں۔ دروازے میں کچھ لوگوں کے بولنے کی آواز آتی ہے۔فردوس اندر آتی ہے۔ کپڑے کیچڑ میں لت پت ہیں۔ داہنے ہاتھ کی کلائی پر رومال بندھا ہوا ہے۔اس کے ساتھ ایک مرد اور ایک عورت بھی اندر آتے ہیں)

اماں : اللہ تیرا شکر ہے۔(بڑھ کر فردوس کو گلے لگا لیتی ہیں)

ابّا : (مڑ کر دیکھتے ہیں) ارے فردوس، دیشمکھ صاحب، بھابی جی! آداب...آپ دونوں...! فردوس آپ کے ساتھ کیسے؟ آپ کو کہاں مل گئی...؟ اس کے ہاتھ کو کیا ہو گیا...؟ کہیں گری تھی کیا...؟"

ڈاکٹر دیشمکھ : شیخ صاحب! سب ٹھیک ہے۔آپ پریشان نہ ہوں، بیٹھیے...میں سب بتاتا ہوں۔ (اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر) وِمل! تم اور بھابی اندر جا کر پہلے فردوس کو ایک گلاس گرم دودھ پلاؤ اور اس کے کپڑے بدلو۔

فردوس : نہیں چاچا جی...! پہلے میں ابّا اور امّاں کو بتاؤں گی کہ کیا ہوا!

اماں : اچھا اچھا، بیٹھ جاؤ۔ (امّاں اسے صوفے پر بٹھانا چاہتی ہیں)

فردوس : اماں جی! صوفا خراب ہو جائے گا، میرے کپڑوں کی کیچڑ سے۔

اماں : ایسے ہزار صوفے تم پر سے قربان! (اسے گلے لگا کر رونے لگتی ہیں)

مسز دیشمکھ : ارے بھابی جی...روئیے مت۔بس بھگوان کا شکر ادا کیجیے۔

ابّا : دیشمکھ صاحب! آپ کا تو جتنا شکریہ ادا کیا جائے کم ہے...! یہ بتائیے فردوس کی یہ حالت کیسے ہوئی؟ اور یہ آپ کو کہاں ملی؟

ڈاکٹر دیشمکھ : وہ جوئی بستی کی طرف جانے والی پرانی سڑک ہے نا۔

فردوس : (انھیں درمیان میں روک کر) انکل میں بتاتی ہوں شروع سے۔

ڈاکٹر دیشمکھ : اچھا اچھا، تم ہی بتاؤ۔

مفت تقسیم کے لیے

فردوس : ابّا ، ہماری کوچنگ اور پریکٹس تو پانچ بجے ہی ختم ہوگئی تھی۔ جن لڑکیوں کے رکشے آگئے تھے وہ چلی گئیں۔ پیدل جانے والی لڑکیاں بھی چلی گئیں۔ سب سے آخر میں فرحانہ کا رکشا آیا۔ اس کے رکشے میں سب اسی کے محلے کی لڑکیاں تھیں۔ رکشے والا کہنے لگا کہ اگر اس نے مجھے بھی بٹھا لیا تو بہت لمبا پھیرا پڑ جائے گا۔ مجھے یہ بھی خیال آیا کہ بھیا آگئے تو مجھے نہ دیکھ کر پریشان ہوں گے اس لیے میں نے فرحانہ کے ساتھ آنے سے انکار کر دیا۔

اماں : اور یہ ہاتھ میں چوٹ کیسے لگی؟

فردوس : سب لڑکیاں چلی گئی تھیں۔ میں بہت دیر تک انتظار کرتی رہی۔ پھر اسکول کا چوکیدار پھاٹک میں تالا لگانے آیا تو اس نے کہا کہ تھوڑی دیر میں اندھیرا ہو جائے گا۔ پھر ادھر کوئی رکشے والا بھی نہیں آئے گا۔ اس کی بات سن کر میں پیدل ہی روانہ ہوگئی۔ گیراج تک آئی۔

ابّا : کون سے گیراج تک؟

فردوس : اسکول سے کچھ آگے ایک گیراج ہے۔ وہاں ایک رکشے والا اپنا رکشا درست کروا رہا تھا۔ اسے اپنے گھر کا پتا بتا کر چلنے کو کہا تو وہ تیار ہوگیا۔ میں نے رکشے میں بیٹھ کر پھر اسے اچھی طرح سمجھایا کہ کس طرف جانا ہے۔ تھوڑی دور تک تو وہ میرے بتائے ہوئے راستے پر چلا پھر اچانک اس نے رکشے کا رُخ موڑا اور رکشے کو نئی بستی کی طرف جانے والی پرانی سڑک پر لے آیا۔ میں زور زور سے چلّانے لگی کہ اِدھر کیوں جا رہے ہو۔ اس نے میری بات نہیں سنی۔ رکشے کی رفتار اور تیز کر دی۔ اس پرانی سڑک پر جگہ جگہ گڑھے تھے۔ رکشا چڑھاؤ کی طرف جا رہا تھا۔ اچانک داہنی طرف سے ایک موٹر سائیکل کے آنے کی آواز آئی۔ میں نے جھانک کر دیکھا، دیشمکھ انکل نظر آئے۔

ڈاکٹر دیشمکھ : ہاں، بس اتّفاق سے ہم وہاں سے گزر رہے تھے۔

فردوس : میں نے زور سے پکارا، 'بچاؤ، بچاؤ!' رکشا والے نے بھی گھبرا کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ مجھے رکشے کی رفتار کم ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ میں نے رکشے میں سے چھلانگ لگا دی۔ میری لانگ جمپ کی پریکٹس کام آئی۔ سڑک کے پاس ریتی کا ڈھیر پڑا تھا، اس پر جا کر گری۔ پھر میں فوراً اُٹھ کر بھاگنے لگی۔ پیر پھسل گیا۔ سہارے کو ہاتھ نیچے ٹکایا تو کلائی میں موچ آگئی۔ سڑک کے کنارے گڑھوں میں جو برسات کا پانی جمع ہوتا ہے اس میں گر گئی۔ اسی وقت انکل اور آنٹی وہاں پہنچ گئے۔ موٹر سائیکل کھڑی کی، مجھے گڑھے سے نکالا۔

ابّا : اور وہ رکشے والا؟

فردوس : وہ تو اس عرصے میں فرار ہوگیا۔

ڈاکٹر دیشمکھ : مگر میں نے اس کا نمبر نوٹ کر لیا ہے۔

اماں : (مسز دیشمکھ سے) آپ دونوں تو ہمارے لیے رحمت کے فرشتے بن کر آئے۔ کس منہ سے آپ کا شکریہ ادا کریں۔

ابّا : اور وہ نالائق اکرم! ابھی تک نہیں آیا؟

اکرم : (سر جھکائے اندھیرے سے اُجالے میں آتا ہے۔ وہ رو رہا ہے) ابا جی میں آ گیا۔ مجھے معاف کر دیجیے۔ فردوس بی بی مجھے معاف کر دو۔ امّاں جی! آپ بھی مجھے معاف کر دیجیے۔

ابّا : تم معافی کے قابل نہیں ہو۔ اگر آج ڈاکٹر صاحب اس جگہ نہ پہنچتے تو نہ جانے کیا ہو جاتا۔

اماں : آخر تم گئے کہاں تھے؟ تمھیں معلوم تھا کہ بہن کے اسکول جانا ہے۔

(اکرم جواب نہیں دیتا۔ سر جھکائے کھڑا ہے۔ آنسو بہہ رہے ہیں)

ڈاکٹر دیشمکھ: اچھا شیخ صاحب! ہمیں اجازت دیجیے۔

(ابا، اماں دونوں دروازے تک جا کر انھیں رخصت کرتے ہیں)

فردوس : بھیا، آپ آخر آئے کیوں نہیں؟ آپ نے تو وعدہ کیا تھا!

اکرم : فردوس! مجھے معاف کر دو۔ (آنسو پونچھ کر اس کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ فردوس ہلکی آواز میں چیختی ہے)

فردوس : ارے... ہاتھ مت لگائیے۔ تکلیف ہوتی ہے۔

اکرم : کیا ہوا تمھارے ہاتھ کو... کپڑوں میں کیچڑ...

فردوس : میں جب گرنے لگی تو ہاتھ نیچے ٹکا دیا تھا۔ کلائی میں موچ آ گئی۔

اکرم : (اس کا دوسرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہتا ہے) فردوس، مجھے معاف کر دو۔ میری پیاری بہن۔ (ابّا کو آتے دیکھ کر خاموش ہو جاتا ہے۔ ابّا تھوڑی دیر چپ چاپ کھڑے رہتے ہیں، پھر اندر چلے جاتے ہیں۔ ان کے جانے کے بعد

(اکرم اماں کے قدموں میں بیٹھ کر ان کی گود میں سر رکھ کر رونے لگتا ہے)

اماں : (اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہیں) اچھا اب رونا دھونا بند کرو اور بتاؤ کہ تم فردوس کے اسکول کیوں نہیں گئے؟

اکرم : گیا تھا، مگر میرے پہنچنے سے تھوڑی دیر پہلے ہی فردوس جا چکی تھی۔

فردوس : بھیّا، ساری لڑکیاں جا چکی تھیں۔ میں اکیلی کب تک کھڑی رہتی۔ پھر زیادہ دیر ہو جائے تو وہاں رکشے بھی نہیں ملتے۔ یہ رکشا بھی گیراج تک جانے کے بعد ملا۔

اماں : اکرم! تم بتاتے کیوں نہیں کہ وعدہ کرنے کے باوجود تم وقت پر فردوس کے اسکول کیوں نہیں پہنچے؟

اکرم : امّاں! میرے ایک دوست کی ٹیم میچ جیت گئی تھی۔ جیت کی خوشی منانے سب لوگ ایک ریسٹورنٹ میں چلے گئے تھے۔ ان کے پروفیسر اِنچارج نے سب کو کولڈ ڈرنکس پلائی۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ہنسی مذاق اور بات چیت میں وقت کا پتا ہی نہ چلا۔ بس ذرا سی دیر ہو گئی۔

اماں : تم اسے ذرا سی دیر کہہ رہے ہو! یہ دیر کتنی خطرناک ہو سکتی تھی، کچھ اندازہ ہے تمھیں؟

(اکرم سر جھکائے بیٹھا ہے۔ ابّا واپس آتے ہیں)

ابّا : اچھا ہوا کہ فردوس نے ڈاکٹر صاحب کو پہچان لیا اور رکشے سے چھلانگ لگا دی۔ (اکرم سے مخاطب ہو کر) تمھاری وعدہ خلافی نے جو خطرہ پیدا کیا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ وہ فردوس کی حاضر دماغی اور ورزشی صلاحیت سے ٹل گیا۔

اماں : یاد رکھو اکرم! کسی سے کوئی وعدہ کرو تو اسے ہر حال میں پورا کرو۔ (ابّا سے مخاطب ہو کر) آپ فردوس کے کھیل کود میں حصّہ لینے کے خلاف تھے نا... اب آئی بات سمجھ میں...؟

ابّا : بہت اچھی طرح!

اماں : اور فردوس بیٹی! تم بھی اچھی طرح سمجھ لو۔

فردوس : کیا...؟

اماں : انجانے لوگوں کے ساتھ کبھی کہیں مت جانا...!

خلاصہ اس ڈرامے میں یہ بتایا گیا ہے کہ بچوں کو نئے دور کے لحاظ سے تعلیم و تربیت دینی چاہیے تاکہ وہ وقت آنے پر اس تعلیم و تربیت سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ اس ڈرامے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ وعدہ نبھانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ وعدہ خلافی انسان کو پریشان کرتی ہے اور دوسروں کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ کسی کے مذہب کا خیال کیے بغیر ہمیں ہر انسان کی مدد کرنی چاہیے۔ اس ڈرامے سے ہمیں یہ بھی درس ملتا ہے کہ ہر حال میں وقت کی پابندی اور قدر کرنی چاہیے۔

معنی و اشارات

احمق	-	بے وقوف	رخصت ہونا	-	روانہ ہونا
آنا کانی کرنا	-	ٹال مٹول کرنا	وعدہ خلافی	-	وعدہ نہ نبھانا

مشق

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ نورالعین علی کا تعلق کس کے خاندان سے تھا؟
۲۔ نورالعین علی کے ڈراموں کے کتنے مجموعے منظرِ عام پر آئے؟
۳۔ فردوس کے محلے کا نام سن کر کون آنا کانی کر رہا تھا؟
۴۔ ابّا کا موبائل اور بٹوا کہاں رکھا ہوا تھا؟
۵۔ ڈاکٹر دیشمکھ کی بیوی کا نام کیا ہے؟
۶۔ فردوس اور اُس کی سہیلیوں کی پریکٹس کتنے بجے ختم ہوئی؟
۷۔ سب سے آخر میں کس کا رِکشا آیا؟
۸۔ چوکیدار نے فردوس سے کیا کہا؟
۹۔ چھلانگ لگانے میں فردوس کی کون سی پریکٹس کام آئی؟

مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ فردوس نے اسکول سے اکیلے نکلنے کا فیصلہ کیوں کیا؟
۲۔ فردوس کو کس طرح چوٹ آئی؟

وجہ لکھیے۔

۱۔ فردوس نے فرحانہ کے رکشے میں گھر آنے سے انکار کیا۔
۲۔ اکرم کو اسکول پہنچنے میں دیر ہوئی۔

غور کر کے جواب لکھیے۔

۱۔ کیا فردوس کو اکرم کے انتظار میں اسکول میں رُکنا چاہیے تھا؟
۲۔ اکرم کے رونے سے کیا پتا چلتا ہے؟
۳۔ آپ اکرم کی جگہ ہوتے تو کیا کرتے؟

شعر کی تشریح کیجیے۔

....	....	....
....	کردار	....
....	....	....

زیرِ قلم

اس ڈرامے کو کہانی کے انداز میں اپنے لفظوں میں لکھیے۔

سرگرمی/منصوبہ:

۱۔ اپنے اسکول کی ثقافتی تقریب میں دستیاب لوازمات کے ساتھ اس ڈرامے کو پیش کیجیے۔

۲۔ اس ڈرامے میں گھر سے تعلق رکھنے والے اور گھر سے باہر کے کرداروں کو الگ الگ کر کے لکھیے۔

آیئے زبان سیکھیں

ماضی تمام

۱۔ میرے پہنچنے سے تھوڑی دیر پہلے ہی فردوس جا چکی تھی۔

۲۔ وہ گھر سے نکل چکے تھے جب بارش شروع ہوئی۔

۳۔ دوپہر تک وہ اپنا کام پورا کر چکے تھے۔

۴۔ وہ بینک میں رقم جمع کر چکا تھا۔

ان جملوں سے پتا چلتا ہے کہ کام زمانہ ماضی میں مکمل ہو گیا تھا۔ اسے 'ماضی تمام' کہتے ہیں۔ یہ زمانہ ماضی کے دو واقعات کو بتاتا ہے جہاں ایک کام دوسرے سے پہلے مکمل ہو چکا ہو۔ یعنی 'پہلے ہی کر چکا تھا' یا 'مکمل ہو چکا تھا'۔

یہ زمانہ ماضی ناتمام (جس میں کام کا جاری رہنا پایا جاتا ہے) سے آگے کا مرحلہ ہے جب کام اپنے اختتام کو پہنچ جاتا ہے۔

☆ درج ذیل جملوں کو زمانہ ماضی تمام میں تبدیل کیجیے۔

۱۔ صبح دس بجے ہم ناشتہ کر رہے تھے۔

۲۔ میں باغ میں داخل ہو رہا تھا۔

۳۔ میں پہنچا تو کھیل شروع ہو رہا تھا۔

۴۔ میرے گھر لوٹنے سے پہلے میری اماں کھانا بنا رہی تھیں۔

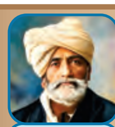

محمد حسین آزاد

۱۱ تعلیم کا مقصد

تعارف محمد حسین آزادؔ اُردو کے نامور شاعر، انشا پرداز، محقق اور مؤرّخ تھے۔ وہ ۵/مئی ۱۸۳۰ء کو دلّی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد دہلی کالج میں داخلہ لیا۔ محمد حسین آزادؔ کے والد محمد باقر نے دلّی سے اُردو کا پہلا اخبار 'دہلی اُردو اخبار' نکالا تھا۔ انھیں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں شہادت نصیب ہوئی تھی۔ محمد حسین آزادؔ ۱۸۶۴ء میں لاہور کے محکمۂ تعلیم میں ملازم ہوئے۔ انھوں نے کئی درسی کتابیں مرتب کیں۔ ان کی زبان سادہ لیکن ادبی خوبیوں سے آراستہ ہے۔ ان کی تصانیف میں 'آبِ حیات'، 'نیرنگِ خیال' اور 'دربارِ اکبری' مشہور ہیں۔ انھیں شمس العلماء کے خطاب سے نوازا گیا تھا۔ ۲۲/جنوری ۱۹۱۰ء کو لاہور میں ان کا انتقال ہوا۔

پہلی بات انسان کی بنیادی ضروریات میں جہاں روٹی، کپڑا اور مکان کو اہمیت حاصل ہے وہیں ترقی کے لیے تعلیم بھی ضروری ہے۔ تعلیم انسان کو شعور، اخلاق اور قدر شناسی عطا کرتی ہے اور جہالت کے اندھیروں سے نکال کر نئی راہیں دِکھاتی ہے۔ تعلیم ہی وہ طاقت ہے جو قوموں کو عروج بخشتی ہے۔ محمد حسین آزادؔ نے اپنی تحریروں کے ذریعے قوم کی فکری و اخلاقی اصلاح کو اپنا مقصد بنایا تھا۔ نظم 'تعلیم کا مقصد' بھی اسی اصلاحی فکر کی آئینہ دار ہے۔

میں پوچھتا نہیں ہرگز تمھارا نام ہے کیا؟
نہ یہ کہ نام بزرگوں کا اور مقام ہے کیا؟

تمھارے کام گر اچھے تو نام اچھے ہیں
گھرانے اچھے، گھر اچھے، تمام اچھے ہیں

مجھے نہیں ہے یہ پروا کہیں سے آئے کوئی
کہیں سے بارِ توطّن اُٹھا کے لائے کوئی

مجھے غرض نہیں کالج میں تم پڑھے کہ نہیں
جماعتوں کے مدارج پہ تم چڑھے کہ نہیں

کتابیں پڑھ کے جو کیں حفظ بر زباں تو کیا
اور ان میں پاس ہوئے دے کے امتحاں تو کیا

تمھارے خُلق پہ بھی کچھ اثر ہوا کہ نہیں — زباں سے کہنے کی دل تک صدا گئی کہ نہیں
جو کچھ کہ منہ سے کہو اس کا لو اثر دل میں — کہ ہے کتابوں میں جو کچھ کرے وہ گھر دل میں
وگرنہ پڑھنے کو سب خاص و عام پڑھتے ہیں — ہزاروں طوطے ہیں کلمہ کلام پڑھتے ہیں
جو مجھ سے پوچھو تو ہے پھر بھی ناتمام وہ علم — تمام جب ہو کہ پہنچائے فیضِ عام وہ علم
وہ علم جس سے کہ اوروں کو فائدہ نہ ہوا — ہمارے آگے برابر ہے وہ ہوا نہ ہوا
مجھے غرض نہیں سب کچھ ہو تم کہ کچھ بھی نہ ہو — مگر یہی ہے تمنا کہ ایسے ہو کے رہو

کہ باصفا و سبک روح و پاک جاں ہم ہیں
تو تم جواب میں جھٹ بول اُٹھو کہ ہاں ہم ہیں

خلاصۂ کلام شاعر کہتا ہے کہ میں تمھارے نام اور بزرگوں کے بارے میں جاننا نہیں چاہتا۔ تمھارے کام ہی تمھارے ناموں کو ظاہر کرتے ہیں۔ مجھے اس بات کی پروا نہیں کہ تم کالج میں پڑھے یا نہیں، نہ اس بات سے سروکار ہے کہ تم نے کتنی کتابیں پڑھ کر امتحان پاس کیا ہے۔ تمھارے علم کا اثر تمھارے اخلاق سے ظاہر ہونا چاہیے اور علم نے دل میں گھر کرنا چاہیے۔ پڑھنے کو تو طوطا بھی بغیر سمجھے کلمہ پڑھتا ہے۔ جو علم دوسروں کو فائدہ نہ دے وہ ناتمام ہے۔ اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اگر کوئی تم سے پوچھے کہ کیا مذکورہ خوبیاں تم میں ہیں تو تم فوراً بول اُٹھو کہ ہاں، ہمارے اندر یہ سب خوبیاں ہیں۔

معنی و اشارات

توطّن	-	بسنا، آباد کرنا
مدارج	-	درجے، منزلیں، زینے
حفظ بر زبان کرنا	-	زبانی یاد کرنا
خُلق	-	اخلاق
فیضِ عام	-	سب کو پہنچنے والا فائدہ
باصفا	-	صاف دل، مخلص
سُبک	-	ہلکا پھلکا، کم وزن

مشق

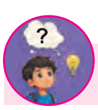

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ محمد حسین آزاد کے والد کا نام کیا تھا؟
۲۔ محمد حسین آزاد کو کس خطاب سے نوازا گیا تھا؟
۳۔ شاعر کیا جاننا نہیں چاہتا؟
۴۔ شاعر کو کس چیز کی پروا نہیں ہے؟
۵۔ شاعر کے نزدیک علم کا ہونا نہ ہونا کب برابر ہے؟
۶۔ شاعر تعلیم اور مطالعے کا کیا اثر دیکھنا چاہتا ہے؟

مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ کتابیں پڑھنے اور انھیں حفظ کرنے کے بارے میں شاعر کا کیا خیال ہے؟

۲۔ تعلیم کے بارے میں شاعر کے خیالات اپنے الفاظ میں لکھیے۔

۳۔ شاعر نے علم کو نا تمام کیوں کہا ہے؟

نظم سے ہم معنی الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

رتبہ ، بیت ، آواز ، فائدہ ، آرزو

درج ذیل الفاظ کے ہم معنی لفظ نظم سے تلاش کر کے لکھیے۔

۱۔ مجھے تمھارے نام سے کوئی دلچسپی نہیں۔

۲۔ شاعر کو غرض نہیں کہ کون کہاں سے آکر آباد ہوا۔

۳۔ تمھارے اخلاق میں کوئی مثبت تبدیلی ہوئی یا نہیں۔

۴۔ بے شمار لوگ بغیر سمجھے ہوئے مطالعہ کرتے ہیں۔

۵۔ تم نیک ہو اور کئی خوبیوں کے مالک ہو۔

خود آموزی

شعر مکمل کیجیے۔

۱۔ تمھارے کام گر اچھے تو نام اچھے ہیں ....

۲۔ .... جماعتوں کے مدارج پہ تم چڑھے کہ نہیں

۳۔ وگرنہ پڑھنے کو سب خاص و عام پڑھتے ہیں ....

۴۔ .... تمام جب ہو کہ پہنچائے فیضِ عام وہ علم

۵۔ وہ علم جس سے کہ اوروں کو فائدہ نہ ہوا ....

نیچے دیے ہوئے فقروں کو مناسب انداز میں جوڑ کر علم اور تعلیم سے متعلق نعرے/سلوگن بنائیے۔

۱۔ تعلیم سب کے لیے	۱۔ جہالت اندھیرا ہے
۲۔ علم روشنی ہے	۲۔ تعلیم ہماری طاقت ہے
۳۔ علم حاصل کرو	۳۔ جہالت سے ذِلت
۴۔ علم وہ دولت ہے جو	۴۔ جہالت کسی کے لیے نہیں
۵۔ علم سے عزّت	۵۔ دنیا فتح کرلو
۶۔ تعلیم ہمارا حق ہے	۶۔ بانٹنے سے بڑھتی ہے

خاکہ مکمل کیجیے۔

مفت تقسیم کے لیے

شاعر کو اس سے غرض نہیں کہ...

مثال :

تمھارا نام کیا ہے؟

آیئے زبان سیکھیں

جب کسی لمبی بات یا خیال کی وضاحت کے لیے چند لفظوں/ فقروں یا مختصر سے جملوں کا استعمال کیا جاتا ہے تو ایسے فقرے/ جملے **کہاوت** یا **ضرب المثل** کہلاتے ہیں۔ بولتے یا لکھتے وقت کہاوت کے استعمال سے بات میں زور اور اثر پیدا ہوتا ہے۔ کہاوتیں یا ضرب الامثال مکمل بامعنی جملے ہوتے ہیں۔ مگر دوسرے واقعات یا عبارتوں کے ساتھ آکر ہی اپنا مفہوم واضح کرتے ہیں۔ اکثر کہاوتوں سے متعلق کوئی نہ کوئی کہانی مشہور ہوتی ہے۔

ذیل میں چند کہاوتوں کی وضاحت کی جارہی ہے۔

۱۔ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا = ایک مصیبت سے نکل کر دوسری مصیبت میں پھنس جانا۔

۲۔ ابھی دِلّی دور ہے = مقصد پورا ہوتا نظر نہیں آنا۔

۳۔ نو سو چوہے کھا کے بلّی حج کو چلی = بہت سے گناہ کرکے تائب ہونے کی کوشش کرنا۔

۴۔ سر منڈاتے ہی اولے پڑے = کسی کام کے شروع ہوتے ہی خرابی واقع ہونا۔

۵۔ گھر کی مرغی دال برابر = جو کچھ اپنے پاس ہے اس کی قدر نہ ہونا۔

☆ **مناسب لفظ کی مدد سے کہاوت مکمل کیجیے۔**

۱۔ اپنی گلی میں .... بھی شیر ہوتا ہے (کتا/ بلی/ چوہا)

۲۔ مان نہ مان میں تیرا .... (مہمان/ دوست/ دشمن)

۳۔ بد اچھا .... برا (برنام/ بدنام/ نیک نام)

۴۔ خس کم جہاں .... (صاف/ پاک/ خاک)

۵۔ ایک انار .... بیمار (سو/ پچاس/ ہزار)

۶۔ چراغ تلے .... (اندھیرا/ اُجالا/ سایہ)

۷۔ بوڑھی گھوڑی .... لگام (سفید/ نیلا/ لال)

۸۔ جتنے منہ اتنی .... (راتیں/ لاتیں/ باتیں)

محاوروں اور کہاوتوں کو الگ الگ خانوں میں لکھیے ۔

۱۔ کدورت رکھنا
۲۔ بخشو بی بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا
۳۔ تاک میں بیٹھنا
۴۔ جان پر بن آنا
۵۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس
۶۔ چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات
۷۔ آنا کانی کرنا
۸۔ اونٹ کے منہ میں زیرہ

محاورہ	کہاوت

سرگرمی/منصوبہ :

۱۔ گوشۂ مطالعہ اور انٹرنیٹ کی مدد سے تعلیم/علم اور استاد کی اہمیت پر نظمیں تلاش کر کے پڑھیے اور لکھیے ۔
۲۔ دیے ہوئے موضوعات پر چند نعرے بنائیے۔

ماحولیات

پانی کی اہمیت

یومِ آزادی

راستہ چلنے کے اُصول

ہدایت ۱۔ موضوع اور موقع کے مطابق سمعی بصری ذرائع کے لیے نعرہ، پیغام اور مکالمہ لکھوائے۔ طلبہ کے گروہ بنا کر انھیں اپنی پڑھی ہوئی کتابوں پر گفتگو کرنے کے لیے کہے۔
۲۔ کسی پسندیدہ موضوع پر فصیح و بلیغ زبان میں طلبہ سے تقریر کروائے۔

گرگٹ

آنتون چیخوف

تعارف آنتون پاؤلووچ چیخوف ۲۹/جنوری ۱۸۶۰ء کو شمالی کوہِ قاف کی سرحدوں کے نزدیک روس کے تگان روگ میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق جنوبی روس کے تاتاری خاندان سے تھا۔ وہ اُنیسویں صدی کے مشہور روسی افسانہ اور ڈراما نگار تھے۔ چیخوف پیشے سے ڈاکٹر تھے۔ ان کے افسانے اور ڈرامے ان کی گہری بصیرت اور انسانی حالات کی خوب صورت عکاسی کرتے ہیں۔ ان کے قلم میں معمولی واقعات اور احساسات کو اس صفائی اور وضاحت سے پیش کرنے کی قدرت تھی کہ ان کی تحریریں سیدھی سادی حقیقت ہی کی بدولت لطیف اور دل کش ہوجاتی ہیں۔ ان کی تخلیقات میں انسانی فطرت کی مختلف جہات اور روزمرہ زندگی کے واقعات پر طنز کو خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔ روسی ادب میں چیخوف کے کام کو بہت عزّت حاصل ہے۔ ۱۵/جولائی ۱۹۰۴ء کو انھوں نے وفات پائی۔

پہلی بات گرگٹ ایک ایسا جاندار ہے جو وقت، ضرورت اور ماحول کے مطابق رنگ بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کہانی میں موجود ایک عہدے دار کا رویہ بار بار تبدیل ہوتا ہے اس کی وجہ سے جھوٹ پر سچ کا گمان ہوتا ہے۔ اس کہانی میں بتایا گیا ہے کہ ایک عہدے دار کس طرح اعلیٰ حکام کے خوف اور وقت کی نزاکت کو تاڑ کر گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا ہے۔ اس طرح کی باتوں سے معتبر شخص اپنا اعتبار کھو دیتا ہے۔

شہر کے بڑے بازار کے پیچھے جنوب کی طرف ایک چھوٹا سا بازار تھا۔ اس بازار میں خرید و فروخت بہت ہی کم ہوتی تھی۔ اس وقت بھی بازار میں گاہک نہیں کے برابر تھے۔ وقفے وقفے سے اِکّا دُکّا راہ گیر دِکھائی دیتا تھا۔ دکان داروں میں کوئی اونگھ رہا تھا تو کوئی ہتھیلی پر ٹھڈی ٹکائے ٹکٹکی باندھے سڑک کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مزے کی بات تھی کہ کوئی فقیر بھی اس طرف سے نہیں گزر رہا تھا۔

ایک پولس انسپکٹر کسی گلی سے نکلا۔ بھورا رنگ، لمبا قد، کوٹ کے بٹن کھلے ہوئے، ہاتھ کی چھڑی کو ہوا میں گھماتا وہ بڑے وقار کے ساتھ ناک کی سیدھ میں چلا جا رہا تھا۔ ایک سپاہی پھلوں کی ٹوکری لیے اس کے ساتھ تھا۔ اچانک پیچھے سے چیخ پکار سنائی دی، ”ٹھہر جا مردُود... کاٹ کر بھاگتا ہے۔ کہاں تک جائے گا؟ تیری گردن نہ مروڑ دوں تو میرا نام نہیں... لڑکو! اسے جانے نہ دو۔“

انسپکٹر نے مُڑ کر دیکھا تو اسے ایک کتا ایک ٹانگ اُٹھائے اپنی تین ٹانگوں پر اُچھلتا دِکھائی دیا۔ وہ پاس کی لکڑی کی ٹال سے نکلا تھا۔ ایک شخص اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ کتّا تین ٹانگوں پر اُچھلنے کے ساتھ ساتھ چِلّاتا بھی جا رہا تھا۔ اردگرد کے دکان دار گویا یک لخت نیند سے بیدار ہوگئے۔ لوگوں کی بھیڑ جمع ہونے لگی۔ انسپکٹر بھی مجمع کی طرف روانہ ہوا۔ قریب پہنچ کر وہ لوگوں کو ہٹاتا ہوا بھیڑ میں داخل ہوا اور رعب دار آواز میں اس نے پوچھا، ”کیا معاملہ ہے؟... تم لوگ یہاں کیوں جمع ہو اور اس قدر شور وغل کیوں مچا رکھا ہے؟“

ایک شخص جس کے ہاتھ کی اُنگلی سے خون بہہ رہا تھا، کہنے لگا، ”حضور، میں لکڑیاں لیے ادھر سے گزر رہا تھا کہ اس کتّے نے جھپٹ کر میری اُنگلی چبا ڈالی... اُف!“ اس نے کتّے کی جانب اشارہ کیا جو اس وقت زمین پر بیٹھا زبان لٹکائے ہانپ رہا تھا۔

”حضور، میں مزدوٗر آدمی ہوں۔ اس زخمی اُنگلی کی وجہ سے اب کئی دنوں تک کام کرنا میرے لیے مشکل ہوگا۔ میں اس کے مالک پر تاوان کا دعویٰ کروں گا۔ حضوٗر تو جانتے ہیں اس طرح کتّوں کو کُھلا چھوڑنا قانون کے خلاف ہے۔“

”ٹھیک ہے، ٹھیک ہے ... یہ بتاؤ کہ یہ کتّا کس کا ہے؟ بے شک یہ کھلی قانون شکنی ہے۔ میں اس کے مالک کو چھوڑوں گا نہیں۔“ انسپکٹر نے اسے تسلّی دی۔ پھر سپاہی سے مخاطب ہوا، ”سپاہی! فوراً پتا لگاؤ کہ یہ کتّا کس کا ہے اور اس کی رپورٹ لکھو۔ اس کو گولی ماردی جائے گی ...تم میں سے کسی کو معلوم ہے کہ یہ کتّا کس کا ہے؟“

مجمع میں سے کوئی شخص بولا، ”میرے خیال میں یہ کتّا مسٹر فاکس کا ہے۔“

”مسٹر فاکس کا؟ یعنی حاکمِ ضلع مسٹر فاکس کا؟“ انسپکٹر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”جی جناب، یہ کتّا کلکٹر صاحب ہی کا ہے۔“ اس شخص نے بڑے یقین سے کہا تھا۔

انسپکٹر کی پیشانی پر پسینے کے قطرے اُبھر آئے۔ اس نے جیب سے رومال نکال کر پیشانی صاف کی اور سپاہی سے کہا، ”سپاہی! ذرا میرا کوٹ تو اُتارنا، کس غضب کی گرمی پڑ رہی ہے۔ لگتا ہے بارش ہونے والی ہے۔“

پھر اس شخص کی جانب رُخ کرکے بولا جس کی اُنگلی سے خون رِس رہا تھا، ”میری سمجھ میں ایک بات اب تک نہیں آئی، آخر اس نے تمھیں کاٹا کس طرح؟ اتنا چھوٹا سا کتّا اور تمھارا قد اتنا لمبا، یہ تمھاری اُنگلی تک پہنچا کس طرح؟ ...تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تمھاری اُنگلی میں چوٹ لگ گئی اور تم نے سوچا کہ چلو الزام کتے کے سر منڈھ کر اس کے مالک سے تاوان وصوٗل کیا جائے۔ میں اِن چالوں کو خوٗب سمجھتا ہوں۔“

مجمع میں کھڑا ایک دوسرا شخص کہنے لگا، ”حضوٗر! یہ شخص جھوٹا ہے۔ کتّے کو اس نے بلا وجہ چھیڑا، آخر جانور تو جانور ہی ہے۔ اس کے ہاتھ پر جھپٹا اور اُنگلی چبا ڈالی۔“

یہ سن کر زخمی شخص ایک دم بھڑک اُٹھا، ”اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، میں جھوٗٹا یا تم، ابھی فیصلہ ہوا جاتا ہے۔ انصاف اندھا نہیں ہے۔“

”بس بس بحث مت کرو۔“ انسپکٹر کرخت لہجے میں بولا۔...اب سپاہی سے نہیں رہا گیا۔

”حضوٗر! یہ کتّا صاحب بہادر کا نہیں ہے، صاحب ایسے معموٗلی کتّے نہیں پالتے۔ ان کے یہاں تو ایک سے بڑھ کر ایک اعلیٰ نسل کے کئی کتّے ہیں۔“

”کیا تمھیں معلوم ہے کہ کتّا کلکٹر صاحب کا نہیں ہے؟“ انسپکٹر نے سپاہی سے تصدیق چاہی۔

"مجھے بھی یقین ہے کہ یہ کتا اُن کا نہیں ہے۔ یہ تو عام سا کتّا ہے۔ تم پتا لگاؤ کہ اس کا مالک کون ہے؟ اس کے خلاف مقدمہ دائر کیا جائے گا اور اس آدمی کو تاوان دلوایا جائے گا۔" انسپکٹر نے زخمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر اُمید کی ہلکی سی کرن جھلملانے لگی۔

"مگر سنیے تو حضور، یہ کتا کلکٹر صاحب ہی کا ہے ... میں نے ایسا ہی کتّا ان کے بنگلے میں دیکھا ہے۔" مجمع میں سے کسی شخص نے چِلّا کر کہا۔ انسپکٹر اب تو گڑبڑا کر رہ گیا۔

"سپاہی! مجھے کوٹ پہناؤ۔ سرد ہوا چلنے لگی ہے، کہیں مجھے زکام نہ ہو جائے ... اور ہاں، تم فوراً کلکٹر صاحب بہادر کے بنگلے پر جا کر اس کتے کو ان کے حوالے کر دو۔ کہنا کہ یہ بے چارہ سڑک پر مارا مارا پھر رہا تھا ... اور ہاں یہ بھی عرض کرنا کہ ملازموں کو کتّے کی خبر گیری کی تاکید کریں۔ ... آج کل ہر شخص کتّوں کو چھیڑنے کی جرأت کرنے لگا ہے۔"

جس شخص کو کتّے نے کاٹا تھا وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر انسپکٹر کو دیکھ رہا تھا۔ انسپکٹر اسے ڈپٹتے ہوئے بولا، "اور تم دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ لوگوں کو دھوکا دینے کا خوب گُر سیکھا ہے تم نے... قصور اپنا اور الزام دھرتے ہو غریب کتّے پر... بھلا یہ تمھیں کیوں کاٹنے لگا!"

اچانک انسپکٹر کی نگاہ کلکٹر صاحب کے خانساماں پر پڑی جو بھیڑ میں لوگوں کے کندھوں پر سے اُچک کر دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ارے خانساماں ... اچھا ہوا تم آ گئے ... ابھی دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔ یہ کتّا صاحب بہادر ہی کا ہے نا؟"

خانساماں نے کتے کی جانب غور سے دیکھا اور کہا، "نہیں حضور، یہ کتّا صاحب جی کا نہیں ہے مگر..."

انسپکٹر نے چیں بہ جبیں ہو کر کہا، "بے کار وقت کیوں ضائع کر رہے ہو؟ کہہ دیا کہ یہ کتّا بازاری ہے تو بحث کرنے سے کیا حاصل، سپاہی، لے جاؤ اس مردود کتے کو اور گولی مار دو۔"

"نہ ... نہ حضور! ایسا غضب مت کیجیے۔ یہ کتّا کلکٹر صاحب کا نہیں مگر اُن کے بھائی صاحب کا ضرور ہے جو ان دنوں چھُٹّی پر آئے ہوئے ہیں۔" خانساماں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"واقعی؟ مسٹر فاکس کے بھائی آئے ہوئے ہیں؟ ارے ان سے تو میری اچھی خاصی جان پہچان ہے۔ میں ان سے ملنے ضرور جاؤں گا۔ ... اچھا، تو کتّا ان کا ہے۔ سپاہی، لے جاؤ اس کتّے کو اور اُنھیں سونپ دو ... بھئی کیا پیارا جانور ہے۔ لوگوں کو بھی بیٹھے بٹھائے کیا سوجھتی ہے ... کتّے نے کاٹ لیا۔ یہ کاٹ ہی نہیں سکتا، یہ آدمی جھوٹ بولتا ہے۔ تاوان کے لالچ میں کتّے پر الزام دھرتا ہے۔ اسے گرفتار کر لو۔ اب تاوان کا دعویٰ اس پر کیا جائے گا۔"

یہ کہہ کر انسپکٹر نے اپنا کوٹ سنبھالا اور مونچھوں کو تاؤ دے کر بھیڑ کو چیرتا ہوا نکل گیا۔

خلاصہ روسی ادیب آنتون چیخوف کی کہانی 'گرگٹ' ایک ایسی سماجی حقیقت کو طنز و مزاح کے پیرائے میں بیان کرتی ہے جو آج بھی مختلف معاشروں میں موجود ہے۔ کہانی کا مرکزی کردار پولس انسپکٹر اپنے عہدے کا استعمال قانون کی بالا دستی کی بجائے طاقتوروں کو خوش رکھنے کے لیے کرتا ہے۔ جب کتا ایک شخص کی اُنگلی کاٹ لیتا ہے تو انسپکٹر کی رائے بار بار بدلتی ہے۔ آخر میں جب انسپکٹر کو پتا چلتا ہے کہ کتا مسٹر فاکس کے بھائی کا ہے تو وہ اس مزدور کو گرفتار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس رویے کو چیخوف نے 'گرگٹ' سے تعبیر کیا ہے۔

معنی و اشارات

لفظ	معنی
رعب دار آواز	اونچی آواز
قانون شکنی	قانون توڑنا
کرخت لہجہ	سخت لہجہ، غصّے کا لہجہ
تاوان	جرمانہ
دفع ہونا	ہٹ جانا، دور ہونا
گُر	ہنر، طریقہ
خانساماں	باورچی
چیں بہ جبیں ہونا	ناراض ہونا

مشق

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ پھلوں کی ٹوکری کون لے جا رہا تھا؟
۲۔ کتّے کے کاٹنے سے کس کی اُنگلی زخمی ہوئی تھی؟
۳۔ مسٹر فاکس کون تھے؟
۴۔ انسپکٹر کا لہجہ کیسا تھا؟
۵۔ کتّے کا اصل مالک کون تھا؟

مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ سبق میں دیے ہوئے بازار کا منظر اپنے الفاظ میں لکھیے۔
۲۔ پولس انسپکٹر کا حلیہ کیسا تھا؟
۳۔ زخمی ہونے کے بعد مزدور نے انسپکٹر سے کیا کہا؟

تفصیل سے جواب لکھیے۔

۱۔ کہانی میں موجود کسی ایک کردار کے متعلق تفصیل سے لکھیے۔
۲۔ انسپکٹر گرگٹ کی طرح بار بار رنگ کیوں بدلتا رہا؟

کس نے کس سے کہا؟

۱۔ ”اِس زخمی اُنگلی کی وجہ سے اب کئی دنوں تک کام کرنا میرے لیے مشکل ہوگا۔“
۲۔ ”بے شک یہ کھلی قانون شکنی ہے۔“
۳۔ ”جی جناب، یہ کتا کلکٹر صاحب ہی کا ہے۔“
۴۔ ”آج کل ہر شخص کتوں کو چھیڑنے کی جرأت کرنے لگا ہے۔“
۵۔ ”تاوان کے لالچ میں کتے پر الزام دھرتا ہے۔“

درج ذیل الفاظ کے ہم معنی لفظ نظم سے تلاش کر کے لکھیے۔

رعب دار ، گاہک ، دعویٰ ، خبر گیری ، جرأت

خالی جگہیں پُر کیجیے۔

۱۔ وقفے وقفے سے اکا دکا .... دکھائی دیتا تھا۔

۲۔ وہ پاس کی لکڑی کی .... سے نکلا تھا۔

۳۔ وہ بڑے .... کے ساتھ ناک کی سیدھ میں چلا جا رہا تھا۔

۴۔ اِس قدر .... کیوں مچا رکھا ہے؟

۵۔ بے کار وقت کیوں .... کر رہے ہو۔

غور کر کے بتائیے :

اگر آپ کے محلے میں کسی کو کتا کاٹ لے تو آپ زخمی کی مدد کیسے کریں گے؟

ذیل کے مکالموں کو کہانی کے اعتبار سے ترتیب دے کر دوبارہ لکھیے۔

- ’’نہیں حضور، یہ کتا صاحب جی کا نہیں ہے مگر...‘‘
- ’’تاوان کے لالچ میں کتے پر الزام دھرتا ہے۔‘‘
- ’’حضور میں لکڑیاں لیے اِدھر سے گزر رہا تھا کہ اِس کتے نے جھپٹ کر میری اُنگلی چبا ڈالی...اُف!‘‘
- ’’اب تاوان کا دعویٰ اس پر کیا جائے گا۔‘‘
- ’’ٹھہر جا مردود...کاٹ کر بھاگتا ہے۔کہاں تک جائے گا؟‘‘
- ’’نہ...نہ حضور! ایسا غضب مت کیجیے۔ یہ کتا کلکٹر صاحب کا نہیں مگر ان کے بھائی صاحب کا ضرور ہے جو اِن دنوں چھٹی پر آئے ہوئے ہیں۔‘‘
- ’’ٹھیک ہے، ٹھیک ہے...یہ بتاؤ کہ کتا کس کا ہے؟‘‘
- ’’کیا تمھیں معلوم ہے کہ کتا کلکٹر صاحب کا نہیں ہے۔‘‘

نثر اور نظم

عام طور پر ادبی اظہار کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ادبی اظہار کی پہلی صورت کو نثر اور دوسری قسم کو نظم کہتے ہیں۔ انسان گفتگو اور تحریر میں جو زبان استعمال کرتا ہے وہ نثر کہلاتی ہے۔ اس کے برعکس دوسری قسم نظم سے مراد شاعری ہے۔ شاعری کی کئی اقسام (اصناف) ہیں جن میں ایک اہم قسم نظم ہے۔ اس کے علاوہ غزل، قصیدہ، مثنوی، قطعہ وغیرہ کئی اقسام اصنافِ شاعری میں شامل ہیں۔

ہدایت : انٹرنیٹ یا حوالہ جاتی کتب کی مدد سے چند غیر ملکی ادیبوں کے متعلق معلومات تلاش کر کے منصوبہ بیاض میں لکھوائے۔

ضمیرِ شخصی

ان جملوں کو غور سے پڑھیے :

سعید کے پاس ایک کتاب ہے۔ سعید اسے بڑے شوق سے پڑھتا ہے۔ سعید کو یہ کتاب اس کے دوست نے دی ہے۔

ان جملوں میں لفظ 'سعید' اور 'کتاب' کی تکرار کو اس طرح دور کیا جاسکتا ہے :

سعید کے پاس ایک کتاب ہے جسے وہ بڑے شوق سے پڑھتا ہے۔ یہ اسے اس کے دوست نے دی ہے۔

لفظ 'سعید' اور 'کتاب' اسم ہیں۔ اسم کی جگہ استعمال ہونے والے لفظ کو 'ضمیر' کہا جاتا ہے۔ **'ضمیرِ شخصی'** وہ الفاظ ہیں جو کسی شخص، جانور یا چیز کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

☆ درج ذیل خالی جگہوں کو مناسب ضمیرِ شخصی سے پُر کیجیے۔

۱۔ .... اسکول جا رہا ہوں۔ (میں / وہ / تم)

۲۔ علی اور احمد کھیل رہے ہیں۔ .... بہت خوش ہیں۔ (تم / یہ / وہ)

۳۔ آپ بہت مہربان ہیں، .... کا شکریہ۔ (میں / آپ / وہ)

۴۔ یہ کتاب میری ہے، .... پسند آئی؟ (میں / تمھیں / یہ)

۵۔ ہم پارک جا رہے ہیں۔ .... بھی چلو۔ (تم / وہ / ہم)

تکرارِ لفظی

تیز تر ہوتی ہوئی منزل بہ منزل دم بہ دم   رفتہ رفتہ اپنا اصلی روپ دکھلاتی ہوئی
ہر قدم پر توپ کی سی گھن گرج کے ساتھ ساتھ   گولیوں کی سنسناہٹ کی صدا آتی ہوئی

درج بالا اشعار میں معنویت (حسن) پیدا کرنے کے لیے شاعر نے ایک ہی لفظ کو دو بار استعمال کیا ہے۔ شاعر اپنے کلام میں تاثیر اور حسن پیدا کرنے کے لیے شعر میں کسی خاص لفظ، ترکیب یا فقرے کو بار بار استعمال کرتا ہے، اسے **'تکرارِ لفظی'** کہتے ہیں۔ اسی طرح نثر میں بھی لفظوں کو ساتھ ساتھ لانے سے بات میں خوبی پیدا ہوتی ہے۔

آتے آتے آئے گا ان کو خیال
جاتے جاتے بے خیالی جائے گی

درج بالا شعر میں معنویت پیدا کرنے کے لیے شاعر نے ایک ہی لفظ کو دو بار استعمال کیا ہے؛ آتے آتے، جاتے جاتے۔

اس قسم کے مزید اشعار استاد یا سوشل میڈیا کی مدد سے تلاش کر کے اپنی بیاض میں لکھیے۔

۱۳ عید الفطر

نظیر اکبر آبادی

تعارف نظیؔر اکبر آبادی اُردو کے مشہور عوامی شاعر تھے۔ ان کا اصل نام سیّد ولی محمد تھا۔ وہ ۱۷۳۵ء میں دلّی میں پیدا ہوئے۔ ان کے زمانے میں دلّی میں سیاسی انتشار اور بدامنی کے باعث وہ اکبر آباد (موجودہ آگرہ) چلے گئے اور وہیں مستقل طور پر رہائش اختیار کر لی۔ اسی نسبت سے انھیں نظیؔر اکبر آبادی کہا جاتا ہے۔ نظیؔر کی شاعری کا خاص پہلو یہ ہے کہ انھوں نے عام انسان، اس کی زندگی، خوشی، غم، تہواروں اور روزمرہ کے معاملات کو نہایت سادہ اور مؤثر انداز میں پیش کیا۔ ان کی زبان عام فہم اور دلچسپ ہے جس میں عوامی رنگ جھلکتا ہے۔ انھوں نے اُردو شاعری کو درباری شان و شوکت سے نکال کر عام انسان کی زبان اور احساسات سے جوڑ دیا۔ ان کی نظمیں 'آدمی نامہ'، 'بنجارہ نامہ' اور 'روٹی نامہ' آج بھی بہت مقبول ہیں۔ انھوں نے عوامی تلفظ کو مدِنظر رکھ کر نظمیں کہی ہیں۔ نظیؔر اکبر آبادی کا انتقال ۱۸۳۰ء میں آگرہ میں ہوا۔

پہلی بات ہندوستان گنگا جمنی تہذیب کا گہوارہ ہے۔ یہاں مختلف مذاہب کو ماننے والے اپنی زبان، تہذیب اور ثقافت کی حفاظت کرتے ہیں اور آپس میں مل جل کر رہتے ہیں۔ دیوالی روشنی کا تہوار ہے تو ہولی رنگوں کا۔ عید الفطر مسلمانوں کا مقدس تہوار ہے۔ رمضان میں مسلمان روزے رکھتے ہیں، عبادت کرتے ہیں اور صبر و شکر کے ذریعے اللہ کی رضا حاصل کرتے ہیں۔ رمضان المبارک کے اختتام پر یکم شوال کو عید الفطر منائی جاتی ہے۔ عید کے دن عید گاہ جا کر نمازِ عید ادا کرتے ہیں، ایک دوسرے سے گلے مل کر عید کی مبارک باد دیتے ہیں، شیر خرما پیتے ہیں، بچوں کو عیدی دیتے ہیں اور غریبوں کی مدد کرتے ہیں۔ اس نظم میں نظیؔر اکبر آبادی نے عید کے دن کے معمولات اور عید گاہ کا منظر پیش کیا ہے۔

ایسی نہ شب برات ، نہ بقر عید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

روزے کی خشکیوں سے جو ہیں زرد زرد گال — خوش ہوگئے وہ دیکھتے ہی عید کا ہلال
پوشاکیں تن میں زرد ، سنہری ، سفید ، لال — دل کیا کہ ہنس رہا ہے پڑا تن کا بال بال

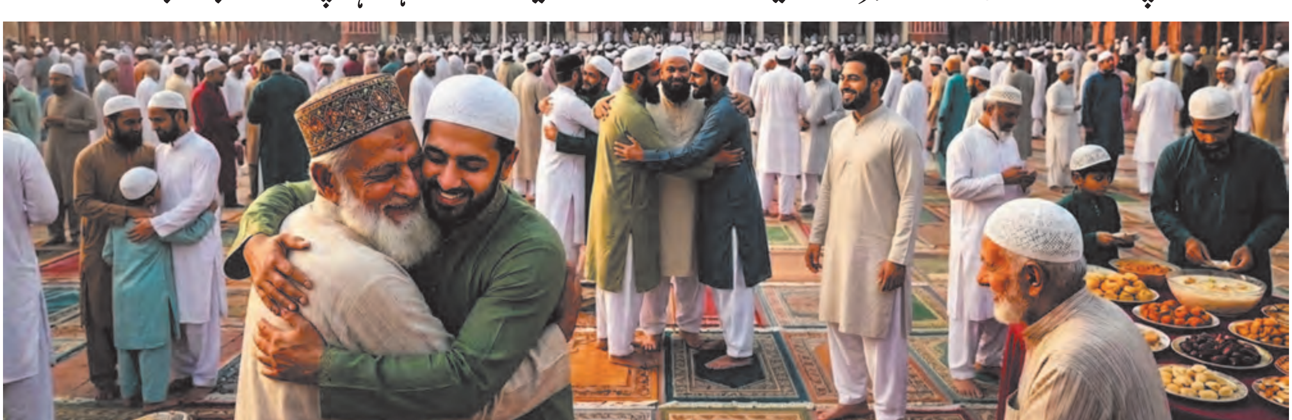

ایسی نہ شب برات ، نہ بقر عید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

پچھلے پہر سے اُٹھ کے نہانے کی دھوم ہے　　شیر و شکر ، سویاں پکانے کی دھوم ہے
پیر و جواں کو نعمتیں کھانے کی دھوم ہے　　لڑکوں کو عیدگاہ کے جانے کی دھوم ہے

ایسی نہ شب برات ، نہ بقر عید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

جو جو کہ اُن کے حسن کی رکھتے ہیں دل میں چاہ　　جاتے ہیں اُن کے ساتھ لگے تا بہ عیدگاہ
توپوں کے شور اور دو گانوں کی رسم و راہ　　میانے ، کھلونے ، سیر ، مزے ، عیش واہ واہ

ایسی نہ شب برات ، نہ بقر عید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

روزے کی سختیوں میں نہ ہوتے اگر اسیر　　تو ایسی عید کی نہ خوشی ہوتی دل پذیر
سب شاد ہیں گدا سے لگا شاہ تا وزیر　　دیکھا جو ہم نے خوب ، تو سچ ہے میاں نظیرؔ

ایسی نہ شب برات ، نہ بقر عید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

خلاصۂ کلام یہ نظم عید الفطر کی عام، سچی اور دل کو چھونے والی خوشیوں کا ذکر کرتی ہے۔ مہینہ بھر روزے رکھنے کے بعد چاند نظر آتے ہی سب کے چہرے خوشی سے کھل اُٹھتے ہیں اور گھروں میں عید کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ سویاں پکانے، نئے کپڑے پہننے اور عیدگاہ جانے کی خوشی سب کو مزید پر جوش کر دیتی ہے۔ بچے خاص طور پر میلے اور کھلونوں کی وجہ سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ راستوں کی رونقیں، میلوں کی چہل پہل ماحول کو مزید خوشگوار بنا دیتی ہے۔ امیر و غریب سب مسرور نظر آتے ہیں کیوں کہ عید کی خوشی واقعی دوسرے عام تہواروں سے بڑھ کر ہوتی ہے۔

معنی و اشارات

پیر	-	بوڑھا
تا بہ عیدگاہ	-	عیدگاہ تک
دوگانہ	-	دو رکعت نماز، مراد عید کی نماز
میانا	-	پالکی
اسیر	-	گرفتار
دل پذیر	-	دل کو لبھانے والا
گدا	-	فقیر

مشق

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ نظیرؔ اکبر آبادی کا اصل نام کیا ہے؟

۲۔ نظیرؔ اکبر آبادی کی مشہور نظموں کے نام بتائیے۔

۳۔ گال زرد کیوں ہیں؟

۴۔ پوشاک کے رنگ کیسے ہیں؟

۵۔ عید کی تیاریاں کب سے شروع ہوتی ہیں؟

۶۔ لڑکوں کو کہاں جانے کی خوشی ہے؟

مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ عید کی خوشی کیسے منائی جاتی ہے؟

۲۔ عید الفطر دیگر تہواروں سے کس طرح مختلف ہے؟

نظم سے ہم قافیہ الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔

پچھلے پہر سے اُٹھ کے نہانے کی دھوم ہے
شیر و شکر ، سویاں پکانے کی دھوم ہے
پیر و جواں کو نعمتیں کھانے کی دھوم ہے
لڑکوں کو عیدگاہ کے جانے کی دھوم ہے

خود آموزی

شعر مکمل کیجیے۔

۱۔ روزے کی خشکیوں سے جو ہیں زرد زرد گال ....

۲۔ .... لڑکوں کو عیدگاہ کے جانے کی دھوم ہے

۳۔ جو جو کہ اُن کے حسن کی رکھتے ہیں دل میں چاہ ....

۴۔ .... تو ایسی عید کی نہ خوشی ہوتی دل پذیر

سرگرمی/منصوبہ:

۱۔ اس نظم کو اپنی جماعت میں ترنم سے سنائیے۔

۲۔ منشی پریم چند کی مشہور کہانی ’عیدگاہ‘ ای-لائبریری یا کتب خانے سے حاصل کر کے پڑھیے اور اس پر اپنی رائے لکھیے۔

۳۔ اپنے پسندیدہ تہوار سے متعلق دس جملے لکھیے اور مختلف تہواروں سے متعلق تصویریں حاصل کر کے منصوبہ بیاض میں چسپاں کیجیے۔

۴۔ اپنے دوست/سہیلی/ والدین کے نام تہنیتی کارڈ بنائیے۔

ہدایت : اپنے اطراف منائے جانے والے تہوار عیدین، دیوالی، گنیش اُتسو، کرسمس، ہولی وغیرہ کے متعلق گفتگو کا انعقاد کرے۔

آیئے زبان سیکھیں

- کھڑگ سنگھ کس کی چاہ میں آیا تھا؟
- بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو چاہ میں پھینکا۔

بتائیے دونوں جملوں میں لفظ 'چاہ' کے کیا معنی ہیں؟

قدیم اُردو میں ایسے ذو معنی لفظوں کے سہارے زبان دانی کا کھیل کھیلا جاتا تھا۔ اس کا نام 'دو سخنے' تھا۔ اس کھیل میں دو سوال ایسے دیے جاتے جن کا جواب ایک لفظ میں ہوتا مگر اس کے معنی الگ الگ ہوتے۔ مثلاً

سوالات	جواب
۱۔ گوشت کیوں نہ کھایا؟ ڈوم کیوں نہ گایا؟	گَلا نہ تھا۔
۲۔ سموسا کیوں نہ کھایا؟ جوتا کیوں نہ پہنا؟	تَلا نہ تھا۔
۳۔ رادھا کیوں نہ ناچی؟ رانی کیوں نہ سوئی؟	محل نہ تھا۔

درج بالا جوابات میں لفظ 'گلا' کے دو معنی گلنا اور 'گلا' کے ہیں۔ 'تلا' کے معنی 'تلا ہوا' اور 'جوتے کا تلا' کے ہیں۔ اسی طرح 'محل' کے معنی 'موقع' اور 'بادشاہ کا گھر' کے ہیں۔

☆ آپ لغت سے ایسے چند الفاظ تلاش کیجیے۔

۱۴ خطوط

خواجہ حسن نظامی

مولانا ابوالکلام آزاد

پہلی بات ’خط‘ دُور دراز مقام پر رہنے والے دوستوں، رشتے داروں کے حالات معلوم کرنے اور اپنے حالات سے انھیں باخبر کرنے کا ایک پرانا وسیلہ ہے۔ خط لکھنے کا طریقہ قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔ اُس وقت خط کبوتروں کے ذریعے بھیجے جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ خط پہنچانے کا ایک نظام قائم ہوا اور گھوڑوں، اونٹوں پر خطوط بھیجے جانے لگے۔ پھر موٹروں، ریلوں اور ہوائی جہازوں کے ذریعے ڈاک پہنچانے کا انتظام ہوا۔ حالات سے بہت جلد واقف کرانے کے لیے تار کے ذریعے پیغام بھیجنے کی مشین ایجاد ہوئی تو چار دن کی خبر ایک دو دن میں ملنے لگی۔ خط لکھنے کے ساتھ دُور دراز کے رشتے داروں سے باتیں کرنے اور حالات دریافت کرنے کے لیے ٹیلی فون ایجاد ہوا اور آج موبائل کے ذریعے ہم اپنے دوستوں اور رشتے داروں سے براہِ راست گفتگو کرتے ہیں۔ اس لیے اب خط نویسی کا رواج کم ہوگیا ہے۔

خط نمبر ۱

تعارف خواجہ حسن نظامیؒ کا اصل نام سیّد علی حسن تھا۔ وہ ۶؍جنوری ۱۸۷۹ء کو دلّی میں پیدا ہوئے۔ وہ اُردو کے مشہور ادیب، صحافی اور انشاپرداز تھے۔ انھیں مصوّرِ فطرت کہا جاتا ہے۔ انھوں نے مختلف اصناف مثلاً سفرنامے، انشائیے، روزنامچے وغیرہ کے علاوہ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے متعلق مضامین تحریر کیے۔ ان کی بیشتر تحریریں ’منادی‘ اور رسالہ ’مخزن‘ میں شائع ہوچکی ہیں۔ خواجہ حسن نظامیؒ کا انتقال ۳۱؍جولائی ۱۹۵۵ء کو ہوا۔

حور خانم! ذرا لینا اس خط کو، جلدی سے پڑھ لو، پھر تم کو کھیل سے فرصت نہ ملے گی اور میں اپنے کام میں لگ جاؤں گا۔

بیٹی! اگر میں سنوں کہ تم نے لکھنا ناغہ نہیں کیا تو جی کیسا باغ باغ ہو! مگر یہ اُمید کہاں ہے۔ جب تک تقاضا نہ کروں، تم کب خیال کرتی ہو۔ میری حورو! پڑھو تو اپنے شوق سے پڑھو، لکھو تو اپنے شوق سے لکھو۔ اب تم بارہ برس کی ہوئیں۔ وہ وقت قریب آیا کہ تم پرائے گھر کی ہوگی۔ کچھ لیاقت نہ ہوگی تو ناک کٹ جائے گی۔ لوگ کیا کہیں گے کہ لکھنے پڑھنے والے باپ کی اکلوتی بیٹی اور قابلیت خاک نہیں۔ میرا کچھ نہیں بگڑے گا، جی تمھارا جلے گا۔ اس واسطے جہاں تک ہوسکے ہر وقت سینے پرونے، کھانے پکانے، لکھنے پڑھنے میں دھیان رکھو۔ کھیل تماشے کا زمانہ ختم ہوا، اب اور وقت آرہا ہے۔

اری بنّو! ذرا سمجھ تو سہی میں نے کیا کہا۔ اس میں میری غرض کچھ نہیں ہے۔ جو چاہے تیرے ہی فائدے کی بات ہے۔

سب کو آداب وسلام، دعا و پیار۔

حسن نظامی

خلاصہ خط-۱ خواجہ حسن نظامیؒ کا اپنی بیٹی حور خانم کے نام خط دراصل ایک باپ کی شفقت بھری نصیحت ہے، جس میں وہ اپنی بیٹی کو تعلیم کی طرف راغب کررہے ہیں نیز گھر کے کام کاج مثلاً کھانا پکانے اور سینے پرونے پر آمادہ کررہے ہیں۔

خط نمبر ۲

تعارف مولانا ابوالکلام آزاد کا اصل نام محی الدین احمد تھا۔ وہ ۱۱ر نومبر ۱۸۸۸ء کو مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔ وہ ممتاز مجاہدِ آزادی، جید عالم، کامیاب صحافی، شعلہ بیان مقرر اور اعلیٰ پائے کے انشا پرداز تھے۔ انھوں نے ہندوستان کی جنگِ آزادی میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ قید خانے کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ 'الہلال' اور 'البلاغ' ان کے مشہور اخبار تھے۔ ان کی تحریروں میں حب الوطنی کا جذبہ نمایاں تھا۔ مولانا آزاد بھی غالبؔ کی طرح خط کے ذریعے گفتگو کا مزہ لینے کے شوقین تھے۔ ان کے خطوط میں ادب و لطافت کی گلکاریاں ہیں۔ ان خطوط سے مولانا کی ذہانت، علم اور فراست کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی خدمات کے اعتراف میں انھیں ملک کے سب سے بڑے اعزاز 'بھارت رتن' سے سرفراز کیا گیا۔ مولانا آزاد کا انتقال ۲۲ر فروری ۱۹۵۸ء کو دلّی میں ہوا۔

قلعہ احمد نگر

۱۴ر جون ۱۹۴۳ء

صدیقِ مکرّم

گزشتہ سال جب ہم یہاں لائے گئے تھے تو برسات کا موسم تھا۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے گزر گیا اور جاڑے کی راتیں شروع ہوگئیں۔ پھر جاڑے نے بھی رختِ سفر باندھا اور گرمی اپنا ساز و سامان پھیلانے لگی۔ اب پھر موسم کی گردش اسی نقطے پر پہنچ رہی ہے جہاں سے چلی تھی۔ گرمی رخصت ہو رہی ہے اور بادلوں کے قافلے ہر طرف سے اُمنڈنے لگے ہیں۔ دنیا میں اتنی تبدیلیاں ہوچکیں مگر اپنے دل کو دیکھتا ہوں تو ایک دوسرا ہی عالم دِکھائی دیتا ہے۔ جیسے اس نگری میں کبھی موسم بدلتا ہی نہیں۔

یہاں احاطے کے شمالی گوشے میں ایک نیم کا درخت ہے۔ کچھ دن ہوئے ایک وارڈر نے اس کی ایک ٹہنی کاٹ ڈالی اور جڑ کے پاس پھینک دی تھی۔ اب بارش ہوئی تو تمام میدان سرسبز ہونے لگا۔ نیم کی شاخوں نے بھی زرد چیتھڑے اُتار کر بہار و شادابی کا نیا جوڑا پہن لیا۔ جس ٹہنی کو دیکھو ہرے ہرے پتوں اور سفید سفید پھولوں سے لد رہی ہے۔ لیکن اس کٹی ہوئی ٹہنی کو دیکھیے تو گویا اس کے لیے انقلابِ حال ہوا ہی نہیں۔ ویسی ہی سوکھی کی سوکھی پڑی ہے۔ اسے دنیا اور دنیا کے موسمی انقلابوں سے کوئی سروکار نہیں۔

ابوالکلام

خلاصہ خط-۲ یہ خط مولانا ابوالکلام آزاد کی قلعہ احمد نگر کی اسیری کے دوران لکھا گیا ہے جو انھوں نے اپنے دوست کو لکھا ہے۔ احمد نگر میں قید کا منظر بیان کرتے ہوئے انھوں نے خط کی صورت اپنے دل کا غبار نکالا ہے کہ باہر کی دنیا میں کئی تبدیلیاں آچکی ہیں لیکن یہاں ہمارے دل کا موسم بدلا ہی نہیں۔ اس میں انھوں نے ایک سوکھی ٹہنی کا ذکر کیا ہے جسے درخت سے کاٹ کر یونہی پھینک دیا گیا تھا اور بارش کے بعد درخت پر تو بہار آگئی لیکن اُس ٹہنی پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

معنی و اشارات

ناغہ نہیں کیا	مراد جاری رکھا	نگری	بستی
تقاضا	خواہش، طلب، مانگ	وارڈر	نگراں، محافظ
رختِ سفر باندھنا	مراد سفر پر نکلنا	سرسبز	ہرا بھرا

مشق

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ خواجہ حسن نظامیؒ نے کس کے نام خط لکھا؟
۲۔ والد کا جی کب باغ باغ ہوگا؟
۳۔ کچھ لیاقت نہ ہونے پر کیا ہوگا؟
۴۔ خواجہ حسن نظامیؒ کے مطابق بیٹی کو کن کاموں میں زیادہ دھیان دینا چاہیے؟
۵۔ خواجہ حسن نظامیؒ نے اپنی بیٹی کے لیے کون سے الفاظ استعمال کیے ہیں؟
۶۔ مولانا آزاد کو احمد نگر جیل میں لایا گیا تو کون سا موسم تھا؟
۷۔ خط میں کون کون سے موسموں کے آنے جانے کا ذکر کیا گیا ہے؟
۸۔ احاطے کے شمالی گوشے میں کون سا درخت تھا؟

مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ خواجہ حسن نظامیؒ نے اپنی بیٹی کو پڑھنے کی ترغیب کس طرح دی؟
۲۔ خواجہ حسن نظامیؒ نے اپنی بیٹی کو کیا کیا نصیحتیں کیں؟
۳۔ مولانا آزاد کے خط میں موسموں کے ذکر کو اپنے لفظوں میں لکھیے۔
۴۔ مولانا آزاد نے نیم کے درخت کے متعلق کیا لکھا ہے؟

محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

دل برداشتہ ہونا ، دل کو چھو لینا ، گہرا اثر چھوڑنا ، رختِ سفر باندھنا ، جی باغ باغ ہونا

سرگرمی/منصوبہ :

۱۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت کے متعلق معلومات حاصل کر کے مضمون لکھیے۔
۲۔ اپنی والدہ کو خط لکھیے کہ آپ نے اپنی چھٹیاں کس طرح گزاریں۔
۳۔ اپنے استاد سے ای میل کا طریقہ معلوم کر کے اپنے کسی دوست کو ای میل کیجیے۔

ہدایت :
۱۔ استاد طلبہ کو خط نویسی کی مختلف اقسام اور طریقۂ تحریر بتائے۔
۲۔ کسی رسالے کے مدیر کے نام خط لکھ کر رسالے سے متعلق اظہارِ خیال کرنے کے لیے کہے۔

۱۵ چند نصیحتیں

تعارف ڈاکٹر محمد اقبالؔ ۹؍نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ انھیں کم عمری ہی سے شاعری کا شوق تھا۔ ان کی شاعری میں حرکت وعمل کا پیغام ہے۔ انھوں نے قوم کو خودی اور مسلسل جدوجہد کی تعلیم دی ہے۔ ’بانگِ درا‘، ’بالِ جبریل‘ اور ’ضربِ کلیم‘ ان کے اُردو کلام کے مجموعے ہیں۔ انھوں نے بچوں کے لیے بھی بہت سی نظمیں لکھی ہیں جیسے ’بچے کی دعا‘، ’ایک پہاڑ اور گلہری‘، ’مکڑا اور مکھی‘، ’ایک گائے اور بکری‘ وغیرہ۔ ان کا انتقال ۲۱؍اپریل ۱۹۳۸ء کو لاہور میں ہوا۔

پہلی بات بچپن ہماری زندگی کا سب سے اہم دور ہوتا ہے۔ اسی زمانے میں انسان کی عادتیں، سوچ اور کردار تشکیل پاتے ہیں۔ بچپن میں سکھائی جانے والی باتیں اور نصیحتیں ساری زندگی ساتھ رہتی ہیں۔ اکثر نصیحتیں بچوں کو سچ بولنا، محنت کرنا، دوسروں کا احترام کرنا اور صحیح راستہ اختیار کرنا سکھاتی ہیں۔ والدین، اساتذہ اور بزرگ اس لیے نصیحت کرتے ہیں کہ بچے اچھے انسان بن سکیں۔ جو بچے نصیحت کو بوجھ نہیں سمجھتے وہ اسے اپنی بہتری اور کامیابی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اس نظم کے ذریعے یہ پیغام دیا گیا ہے کہ اچھے اخلاق اور نیک عادتیں ہمیں عزّت اور کامیابی دلاتی ہیں۔ ذیل کی نظم علامہ اقبالؔ کے متروک اُردو کلام میں شامل ہے۔

کاٹ لینا ہر کٹھن منزل کا کچھ مشکل نہیں
اک ذرا انسان میں چلنے کی ہمّت چاہیے

مل نہیں سکتی نکمّوں کو زمانے میں مُراد
کامیابی کی جو ہو خواہش تو محنت چاہیے

خاک محنت ہو سکے گی ہو نہ جب ہاتھوں میں زور
تن درستی کے لیے ورزش کی عادت چاہیے

ہنس کے ملنا رام کرلیتا ہے ہر انسان کو
سب سے میٹھا بولنے کی تم کو عادت چاہیے

ہے بُرائی سی بُرائی ! کام کل پر چھوڑنا
آج سب کچھ کر کے اُٹھّو گر فراغت چاہیے

جو بُروں کے پاس بیٹھے گا بُرا ہوجائے گا
نیک ہونے کے لیے نیکوں کی صحبت چاہیے

ساتھ والے دیکھنا تم سے نہ بڑھ جائیں کہیں
جوش ایسا چاہیے ، ایسی حمیّت چاہیے

حکمراں ہو ، کوئی ہو ، اپنا ہو یا بیگانہ ہو
دی خدا نے جس کو عزت اس کی عزت چاہیے

ہے اسی میں بھید عزّت کا اگر سمجھے کوئی
چھوٹے بچّوں کو بزرگوں کی اطاعت چاہیے

علم کہتے ہیں جسے ، سب سے بڑی دولت ہے یہ
ڈھونڈ لو اس کو اگر دنیا میں عزّت چاہیے

چاہتے ہو گر کہ سب چھوٹے بڑے عزّت کریں
شرم آنکھوں میں ، نگاہوں میں مروّت چاہیے

گر کتابیں ہوگئیں میلی تو کیا پڑھنے کا لُطف
کام کی چیزیں ہیں جو ، ان کی حفاظت چاہیے

خلاصۂ کلام اگر انسان میں چلتے رہنے کا حوصلہ ہو تو اس کے لیے مشکل راہوں سے گزرنا آسان ہو جاتا ہے۔ ناکارہ لوگ منزل تک نہیں پہنچتے۔ کامیابی کے لیے محنت شرط ہے۔ محنت کرنے کے لیے طاقت ضروری ہے اور تن درستی کے لیے روزانہ ورزش۔ ہم اچھی باتوں سے سب کو اپنا بنا سکتے ہیں۔ آج کا کام کل پر نہ ٹالنا، بروں کی صحبت سے بچنا، نیکوں کے ساتھ رہنا، ہمیشہ اوّل رہنا، سب کی عزّت کرنا، بزرگوں کی اطاعت کرنا، خود کی محنت سے نام کمانا اور شرم و حیا کا پاس رکھنا نہایت ضروری ہے۔ چوں کہ کتابوں سے ہمیں علم حاصل ہوتا ہے اس لیے ان کی حفاظت کرنی چاہیے۔

معنی و اشارات

کٹھن	-	دشوار، مشکل	حمیّت	-	غیرت
رام کرنا	-	منا لینا	بھید	-	راز
فراغت	-	فرصت، بے فکری	مروّت	-	یہاں حیا کے معنی میں استعمال ہوا ہے

مشق

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ علّامہ اقبالؔ کے اُردو شعری مجموعوں کے نام بتائیے۔
۲۔ زمانے میں بے مراد کون ہوتے ہیں؟
۳۔ تن درستی کے لیے کون سی عادت چاہیے؟
۴۔ اگر فراغت چاہیے تو کیا کرنا ہوگا؟
۵۔ نیک ہونے کے لیے کیا چاہیے؟
۶۔ چھوٹے بچوں کو کس کی اطاعت کرنی چاہیے؟
۷۔ سب سے بڑی دولت کون سی ہے؟
۸۔ آنکھوں میں شرم و حیا کیوں ضروری ہے؟

مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ اس نظم میں شاعر نے کون کون سے کام کرنے کی ترغیب دی ہے؟
۲۔ شاعر نے کون کون سے کاموں سے بچنے کے لیے کہا ہے؟

درج ذیل اشعار کا مطلب بتائیے۔

۱۔ مل نہیں سکتی نکمّوں کو زمانے میں مراد — کامیابی کی جو ہو خواہش تو محنت چاہیے
۲۔ علم کہتے ہیں جسے، سب سے بڑی دولت ہے یہ — ڈھونڈ لو اس کو اگر دنیا میں عزّت چاہیے
۳۔ گر کتابیں ہوگئیں میلی تو کیا پڑھنے کا لطف — کام کی چیزیں ہیں جو ان کی حفاظت چاہیے

خود آموزی

اشعار مکمل کیجیے۔

۱۔ خاک محنت ہو سکے گی ہو نہ جب ہاتھوں میں زور — ....
۲۔ جو بروں کے پاس بیٹھے گا برا ہوجائے گا — ....
۳۔ .... — چھوٹے بچوں کو بزرگوں کی اطاعت چاہیے
۴۔ .... — شرم آنکھوں میں ، نگاہوں میں مروّت چاہیے

تلاش و جستجو

درج ذیل جملوں کا مفہوم نظم کے جن اشعار میں آیا ہے، وہ اشعار لکھیے۔

۱۔ اگر انسان میں چلتے رہنے کا حوصلہ ہو تو مشکل راہوں سے گزرنا آسان ہے۔
۲۔ محنت کرنے کے لیے طاقت ضروری ہے اور تن درستی کے لیے ورزش کی عادت لازمی ہے۔
۳۔ میٹھے بول اور ہنس کر ملنے سے آپ سبھی کو اپنا بنا سکتے ہیں۔
۴۔ اپنے ساتھیوں سے کبھی پیچھے نہیں رہنا چاہیے۔

درج ذیل بیانات کا مطلب جن مصرعوں میں آیا ہے، وہ مصرعے لکھیے۔

۱۔ تن درستی ہزار نعمت ہے۔
۲۔ میٹھا بول بڑا انمول۔
۳۔ آج کا کام کل پر نہ ٹالو۔
۴۔ علم بڑی دولت ہے۔

زورِ قلم

اس نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے اور جماعت میں اپنے دوستوں کو سنائیے۔

درج ذیل جملوں کو علاماتِ اوقاف کے اعتبار سے درست کر کے لکھیے۔

۱۔ حامد نے کہا کیا ہوا
۲۔ میں نے رسمی طور پر حامد سے کہا ماشاء اللہ بڑے پیارے بچے ہیں
۳۔ میں نے کہا اچھا بھائی اب جلدی کھانا منگاؤ
۴۔ ان کی مشہور کتابوں میں طوفانِ تبسم سودیشی ریل اور سیلاب تبسم شامل ہیں

لفظوں کا کھیل

الف) دیے گئے لفظوں کے آخر میں حرف 'ت' جوڑ کر نئے بامعنی لفظ بنائیے۔

قرب ، حرم ، خلق ، فرق ، حکم ، سبق ، قسم ، رحم ، محب ، امام

ب) 'باب، ٹاٹ، کسک، نان، داماد، لعل' ان لفظوں کو پڑھ کر غور کیجیے۔ ہر لفظ خواہ دائیں سے بائیں یا بائیں سے دائیں پڑھا جائے، اس کے تلفظ یا معنی میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ درج ذیل جملوں میں اس قسم کے الفاظ تلاش کیجیے۔

۱۔ میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔
۲۔ تبت بہت سرد علاقہ ہے۔
۳۔ کٹک اوڈیشا کا ایک مشہور شہر ہے۔
۴۔ بلب بجھ گیا ہے، موم بتی لاؤ۔
۵۔ امّی نے اسے لال دوپٹّا دیا۔
۶۔ انھوں نے اپنا فرض ادا کیا۔

سرگرمی/منصوبہ :

ایسی نصیحتوں کی فہرست بنائیے جو آپ نے اپنے بڑوں سے سنی اور جن پر آپ عمل کرتے ہوں۔

سراج انور

۱۶ کبوتر والا

تعارف سراج انور اُردو کے مشہور ادیبوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کا اصل نام سیّد محمد سراج الدین تھا۔ وہ ۱۹۳۳ء میں دلّی میں پیدا ہوئے۔ سراج انور ایک اچھے فوٹو گرافر بھی تھے۔ یہی ان کا ذریعۂ روزگار بھی تھا۔ انھوں نے بچوں کے لیے دلچسپ کہانیاں اور ناول تحریر کیے۔ ان کی بیشتر تحریریں ماہنامہ کھلونا، دلّی میں شائع ہوئیں۔ 'دوڑتا جنگل'، 'شیشے کی چٹان'، 'نیلی دنیا' اور 'کالی دنیا' ان کے مشہور ناول ہیں۔ ان کا انتقال ۴/ مارچ ۱۹۹۱ء کو دلّی میں ہوا۔

پہلی بات ہم اپنے اردگرد بہت سی ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جو خاموشی سے ہمیں اچھا انسان بننے کا درس دیتی ہیں۔ جانور اور پرندے اپنی فطری عادتوں کے ذریعے ہمیں صبر، محبت، ہمدردی اور وفاداری جیسی قدروں سے روشناس کراتے ہیں۔ انھی پرندوں میں کبوتر ایک ایسا پرندہ ہے جو امن، محبت اور نرمی کی علامت سمجھا جاتا ہے اور اسی لیے اسے کہانیوں میں خاص مقام حاصل ہے۔

سبق 'کبوتر والا' ایک سادہ مگر گہرا اثر رکھنے والی کہانی ہے جو ایک معمولی واقعے کے ذریعے انسان کی سوچ، نیت اور عمل کو نمایاں کرتی ہے۔ اس سبق میں بتایا گیا ہے کہ سچائی، رحم دلی اور سمجھ داری سے کیا گیا ایک درست فیصلہ نہ صرف دوسروں کے لیے بلکہ خود کے لیے بھی فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔

پرانے زمانے کی بات ہے۔ ایک گاؤں میں تین دوست رہتے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام محسن تھا۔ وہ بہت ہی غریب تھا۔ بے چارے کے پاس اتنے پیسے بھی نہ ہوتے تھے کہ وہ دو وقت پیٹ بھر کھانا کھا سکے۔ اسے کبوتر پالنے کا بہت شوق تھا۔ وہ نئی نئی نسل کے کبوتر لاتا تھا۔ حالانکہ ان کبوتروں کے لیے وہ دانہ بھی نہیں خرید پاتا تھا لیکن اپنے شوق کے ہاتھوں مجبور تھا۔ کبوتر پالنے کے خبط سے چھٹکارا حاصل کرنا اس کے بس میں ہی نہ تھا۔

محسن غریب ضرور تھا مگر تھا بہت ایمان دار۔ لوگ اس کے پاس اپنی چیزیں اور روپے پیسے امانت کے طور پر رکھتے تھے اور جب مانگتے تو وہ انھیں جوں کے توں مل جاتے۔ یہی وجہ تھی کہ شہر کے سب لوگ اُس کی عزّت کرتے تھے۔ لیکن کبوتروں کے شوق کی وجہ سے اسے اکثر بدھو اور بے وقوف ہی کا خطاب ملتا تھا مگر محسن کو ان باتوں کی پروا نہیں تھی۔ اُس کا خیال تھا کہ دنیا میں جب معمولی سی مٹّی بھی کام کی ہے تو پھر بھلا غٹرغوں کرنے والے اُس کے کبوتر بے کار کیسے ہو سکتے ہیں! وہ کہا کرتا، "دیکھ لینا، کسی دن میرے یہ کبوتر تمھارے بہت کام آئیں گے۔"

ایک دن ایسا ہوا کہ محسن کے دو دوست اجے اور دلیر سنگھ اس کے پاس آئے اور اسے قریب کے گاؤں چلنے کو کہا، جہاں ان کے ایک بہت ہی عزیز دوست کے گھر کوئی تقریب تھی۔ محسن نے پہلے تو انکار کیا لیکن دوستوں کے اصرار پر آخر راضی ہو گیا۔ لیکن اب سوال پیدا ہوا کہ اپنے دوست کے لیے وہ تحفہ کیا لے کر جائے؟ خالی ہاتھ تو جا نہیں سکتا تھا۔ اجے ایک قیمتی کپ دے رہا تھا اور دلیر سنگھ ایک قیمتی ہار، مگر وہ خود کیا دے؟ بہت سوچ بچار کے بعد اس نے اعلیٰ نسل کا ایک کبوتر تحفے میں دینے کے لیے اپنے ساتھ رکھ

لیا۔ اجے اور دلیر سنگھ نے جو یہ دیکھا تو خوب ہنسے اور بولے، ''ارے بھئی بدھو میاں! یہ کیا حماقت ہے۔ کبوتر بھی کوئی تحفے میں دینے کی چیز ہے؟ کوئی اور چیز دو بھائی۔''

محسن نے ہنس کر جواب دیا، ''بھئی، میرے پاس اور ہے ہی کیا! میری کل پونجی یہی کبوتر ہیں اور پھر دوستوں کو تو ایک پھول بھی تحفہ دے دو تو کافی ہے۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کیا دیا گیا ہے، دیکھا یہ جاتا ہے کہ کس دل سے دیا ہے۔'' اُس زمانے میں موٹر یا ریل گاڑی تو تھی نہیں۔ لوگ پیدل یا گھوڑا گاڑی میں سفر کرتے تھے اس لیے وہ بھی پیدل ہی سفر پر روانہ ہوگئے۔ فاصلہ زیادہ تھا اور وہ رُک رُک کر یہ سفر طے کر رہے تھے۔ جب شام ہو جاتی تو وہ کسی بھی درخت کے نیچے رُک کر رات بسر کر لیتے۔ ایسے ہی ایک بار جب وہ کسی درخت کے نیچے رُکے تو انھیں خیال آیا کہ اس وادی میں چوروں اور ڈاکوؤں کا بہت ڈر ہے۔ اگر اتفاق سے کوئی ڈاکو اس طرف آ نکلا تو کیا ہوگا؟ یہ تو واقعی بہت بڑی مصیبت ہے۔ پہلے دوست نے کہا، ''تب ہم کیا کریں گے؟ اس وادی کے درخت بھی بہت لمبے لمبے ہیں۔ ہم ان پر چڑھ بھی تو نہیں سکتے۔ اور یہ ڈاکو ہیرے، جواہرات کے لالچ میں کسی کی جان لینے سے بھی نہیں چوکتے۔''

اب اجے اور دلیر سنگھ کو یہ احساس ہوا کہ انھوں نے قیمتی تحفے لا کر سخت غلطی کی ہے۔ مگر اب تو مجبوری تھی۔ انھوں نے سوچا

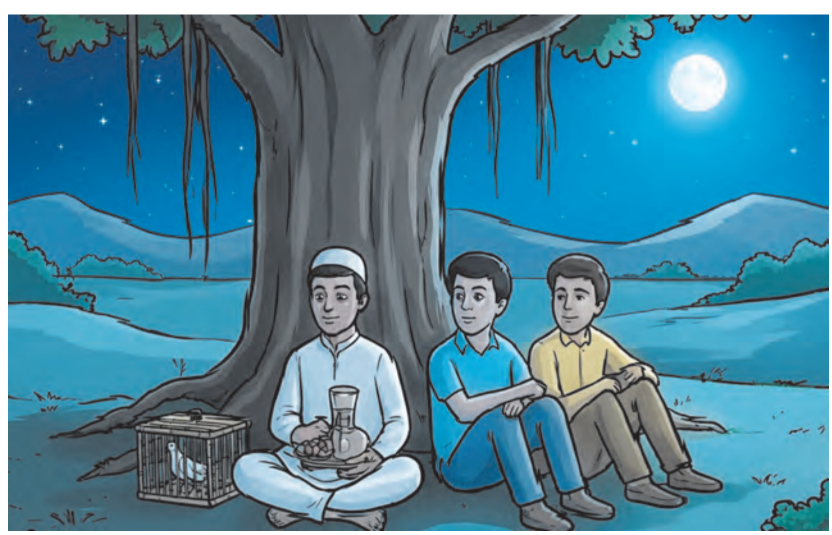

کہ جو بھی ہونا ہوگا ہوجائے گا۔ زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اپنا سامان حفاظت سے رکھ کر وہ سونے کی کوشش کرنے لگے۔ انھیں نیند کیا آتی، ہاں مگر محسن ضرور اطمینان اور بے خوفی کے ساتھ سو گیا۔ پھر وہی ہوا، جہاں چوروں کا ڈر تھا وہیں رات ہوگئی۔ رات کو ڈاکوؤں نے حملہ کیا اور تینوں کو پکڑ لیا۔ پہلے دو دوستوں کے تحفے تو انھوں نے چھین لیے لیکن محسن کے پاس سے جب کچھ نہیں نکلا تو ان کا سردار بولا، ''تیرے پاس کیا ہے؟''

''کچھ بھی نہیں سردار...!'' محسن نے جواب دیا۔ ''میرے پاس تو صرف یہ کبوتر ہے جو آپ کے لیے بالکل بے کار ہے۔'' سردار نے تلاشی لی تو واقعی اُس کے پاس سے کچھ نہیں نکلا۔ جھنجھلا کر اس نے ان تینوں کو قید کرنے کا حکم دیا۔ ڈاکو انھیں لے کر ایک پرانے

قلعے میں گئے اور وہاں قید خانے میں انھیں بند کر دیا۔ ان کے پیروں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق ڈال دیے گئے۔ تینوں دوست بہت سٹپٹائے مگر بے چارے کر ہی کیا سکتے تھے۔ دن رات اپنی بے بسی پر آنسو بہاتے رہتے اور کہتے رہتے کہ ہائے ہمارا وطن چھوٹا، دولت گئی، اب ہمیں ساری عمر ڈاکوؤں کا غلام بن کر رہنا ہوگا۔ ہم ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں گے مگر ہمارے شہر

کے لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ ہم لوگ یہاں ہیں۔ محسن اپنے کبوتر کو بچا کھچا دانہ کھلاتے ہوئے بولا، ”واقعی میں نے اس کبوتر کو لا کر بہت بڑی غلطی کی۔ اب میں اپنے حصے کا کام کروں یا اس کو دانہ کھلاؤں؟“

تینوں دوستوں کو یونہی قید میں کئی ہفتے گزر گئے اور پھر اچانک ایک دن سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد نے قلعے پر حملہ کر کے ڈاکوؤں کو گرفتار کر لیا اور ان تینوں کو آزاد کر دیا۔ محسن کے دوست بہت حیران ہوئے کہ آخر سپاہیوں کو کس طرح پتا چلا کہ وہ اس دور دراز مقام پر قید ہیں۔ سب حیران تھے مگر محسن ہنس رہا تھا۔ اور جب سپاہیوں کے افسر نے پوچھا کہ کبوتر والا کون ہے؟ محسن آگے آیا اور کہا، ”جناب میں ہی محسن۔“ پھر افسر نے محسن سے مخاطب ہو کر کہا، ”جناب اگر آپ کا خط ہمیں نہ ملتا تو ہم ہرگز اس قلعے کو نہیں ڈھونڈ سکتے تھے۔“ دونوں دوست حیران رہ گئے۔

اجے اور دلیر سنگھ کے پوچھنے پر محسن نے بتایا، ”بھائی، دنیا میں کوئی چیز نکمّی اور ناکارہ نہیں ہوتی۔ تم میرے کبوتروں کو حقیر اور بے کار سمجھتے تھے مگر میرے ان کبوتروں کی وجہ سے ہی آزادی کا سانس لے رہے ہو۔ میں نے ایک دن سب کی نظر بچا کر ایک خط لکھا جس میں یہاں کے سب حالات اور قلعے کا ٹھیک ٹھیک پتا لکھ دیا۔ پھر یہ خط میں نے کبوتر کے پنجے میں باندھ کر اُسے اُڑا دیا۔ کبوتر سدھا ہوا تھا۔ وہ ٹھیک اپنے ٹھکانے پر پہنچا۔ محلے والوں نے پرچہ دیکھ کر اسے کھول لیا اور پھر یہ کارروائی کی گئی۔“

سپاہیوں کے افسر نے بتایا کہ ٹھیک یہی بات تھی۔ اس نے محسن کی بہت تعریف کی۔ بعد میں اس کی عقل مندی اور ہوشیاری کی وجہ سے ڈاکوؤں کو پکڑوانے کا انعام بھی اُسے دیا گیا۔

اس کہانی میں محسن ایک غریب اور ایمان دار آدمی تھا۔ اسے کبوتر پالنے کا شوق تھا۔ وہ نئی نئی نسل کے کبوتر خریدتا تھا۔ اسی وجہ سے لوگ اسے احمق اور ناسمجھ بھی کہتے تھے۔ لیکن وہ کہا کرتا تھا کہ اگر مٹی جیسی معمولی چیز بھی کام کی ہے تو پھر بھلا اس کے کبوتر بے کار کیسے ہو سکتے ہیں۔ اتفاق سے اس کے دو دوست اسے قریبی گاؤں میں ایک تقریب میں شرکت کے لیے لے جاتے ہیں۔ اس کے دوست قیمتی تحائف لیتے ہیں اور محسن چونکہ غریب ہے تو وہ اعلیٰ نسل کا کبوتر دینے کا ارادہ کرتا ہے۔ چونکہ زمانہ پرانا ہے یہ لوگ پیدل ہی نکل پڑتے ہیں اور راستے میں ڈاکوؤں کے قیدی بن جاتے ہیں۔ ڈاکو انھیں ایک پرانے قلعے میں قید کر دیتے ہیں۔ کچھ دنوں بعد سپاہی اچانک آ کر ڈاکوؤں کو گرفتار کر کے ان لوگوں کو آزاد کر دیتے ہیں۔ اس کے دوست حیران رہ جاتے ہیں۔ تب پتا چلتا ہے کہ محسن کے بے کار سمجھے جانے والے کبوتر ہی ان کی رہائی کا سبب بنے ہیں۔ ڈاکوؤں کو پکڑوانے میں مدد کرنے کی وجہ سے محسن کو انعام سے نوازا جاتا ہے۔

مفت تقسیم کے لیے

معنی و اشارات

خبط	دیوانہ پن	پونجی	مال و دولت
اصرار کرنا	ضد کرنا، کسی بات پر زور دینا	وادی	گھاٹی
حماقت	بے وقوفی	سِدھا ہوا	سکھایا ہوا

مشق

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ گاؤں میں رہنے والے غریب آدمی کا نام کیا تھا؟
۲۔ کبوتروں کے شوق کی وجہ سے محسن کو اکثر کیا کہا جاتا تھا؟
۳۔ کبوتروں کے بارے میں محسن کیا کہا کرتا تھا؟
۴۔ محسن کے دوستوں کے نام کیا تھے؟
۵۔ اجے اپنے دوست کو کیا تحفہ دے رہا تھا؟
۶۔ قیمتی ہار دینے والے دوست کا نام کیا تھا؟
۷۔ محسن نے اپنی کل پونجی کسے کہا ہے؟
۸۔ جب شام ہو جاتی تو تینوں دوست کیا کرتے تھے؟
۹۔ ڈاکوؤں نے تینوں دوستوں کو کہاں قید کیا تھا؟

وجہ بتائیے۔

۱۔ لوگ محسن کے پاس اپنی چیزیں اور روپے پیسے امانت کے طور پر رکھتے تھے۔
۲۔ محسن کو اکثر بدھو اور بے وقوف ہی کا خطاب ملتا تھا۔
۳۔ تینوں دوست پیدل ہی سفر پر روانہ ہو گئے۔
۴۔ محسن اطمینان اور بے خوفی کے ساتھ سو گیا۔

کس نے کس سے کہا؟

۱۔ ”ارے بھئی بدھومیاں! یہ کیا حماقت ہے؟“

۲۔ ”دوستوں کو ایک پھول بھی تحفہ دے دو تو کافی ہے۔“

۳۔ ”تیرے پاس کیا ہے؟“

۴۔ ”جناب، اگر آپ کا خط ہمیں نہ ملتا تو ہم ہرگز اس قلعے کو نہیں ڈھونڈ سکتے تھے۔“

سبق کی روشنی میں درج ذیل جملوں کو درست ترتیب میں لکھیے۔

- محلے والوں نے پرچہ دیکھ کر اسے کھول لیا اور پھر یہ کارروائی کی گئی۔
- ان کے پیروں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق ڈال دیے گئے۔
- اس نے اعلیٰ نسل کا ایک کبوتر تحفے میں دینے کے لیے اپنے ساتھ رکھ لیا۔
- جناب اگر آپ کا خط ہمیں نہ ملتا تو ہم ہرگز اس قلعے کو نہیں ڈھونڈ سکتے تھے۔
- جب شام ہو جاتی تو وہ کسی بھی درخت کے نیچے رُک کر رات بسر کر لیتے۔

درج ذیل الفاظ کے لیے ایک لفظ لکھیے۔

۱۔ احسان کرنے والا ۲۔ امانت دار ۳۔ حماقت کرنے والا ۴۔ غلامی کرنے والا

زورِ قلم

اپنے دوست/سہیلی کے بارے میں دس سطروں پر مشتمل مضمون لکھیے۔

سرگرمی/منصوبہ:

گرمی کے موسم میں کئی لوگ اپنے آنگن میں یا دیوار کی منڈیروں پر پانی رکھتے ہیں تاکہ بے زبان پرندے اپنی پیاس بجھا سکیں۔ معلوم کیجیے کیا آپ کے پڑوس میں بھی کوئی یہ نیک کام کرتا ہے اور کیا آپ بھی اپنے گھر میں پرندوں کے لیے پانی کا انتظام کرتے ہیں؟

ذیل کے جملے پڑھیے اور خط کشیدہ الفاظ پر غور کیجیے۔

۱۔ اینٹ کا جواب پتھر سے نہ دیا جائے، نہ سہی۔

۲۔ جملوں کی صحیح جوڑیاں تلاش کیجیے۔

۳۔ یہ عام راستہ نہیں ہے۔

۴۔ آم پھلوں کا راجا ہے۔

۵۔ کسان کھیت میں ہل چلا رہا تھا۔

۶۔ ہر مسئلے کا کوئی حل ضرور ہوتا ہے۔

درج بالا جملوں میں 'سہی - صحیح'، 'عام - آم'، 'ہل - حل' کا اُردو تلفظ ایک جیسا ہے مگر ان کے املا اور معنی میں فرق ہے۔ لغت میں آپ کو اس قسم کے بہت سارے الفاظ مل جائیں گے۔ جیسے: چارا - چارہ، سینا - سینہ، ہمزہ - حمزہ، زن - ظن وغیرہ۔ اس قسم کے مختلف الفاظ اگر آپ کے ذخیرۂ الفاظ میں شامل ہیں تو مختلف تعلیمی کھیلوں میں آپ کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں اور تعلیمی تاش کھیلتے وقت آپ بہ آسانی ایسے الفاظ بنا کر اپنے نمبرات میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

☆ درج ذیل جملوں میں ایک ہی لفظ دو مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اپنے استاد کی مدد سے ان کے معنی اپنی بیاض میں لکھیے۔

۱۔ ہار - جس کی جیت ہوئی اُسے پھولوں کا ہار پہنایا گیا اور جو ہار گیا اسے مایوس لوٹنا پڑا۔

۲۔ سونا - سونا بچانے کی خاطر سنار کا سونا مشکل ہو جاتا ہے۔

۳۔ مار - مار تیرے ہاتھ میں ہے، اُس کو مار۔

۴۔ جان - اسے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ اس کے بیٹے کی جان بچ گئی۔

۵۔ پر - کبوتر کے پر کترنے کو ہیں قینچیاں دیوار پر۔

۶۔ خط - اس نے کورے کاغذ پر صرف خط کھینچ کھینچ کر مجھے خط بھیجا۔

۷۔ من - میرے من میں آیا کہ اُسے ایک من اناج دے دوں۔

۸۔ محل - اس وقت محل میں جانے کا کیا محل ہے۔

۹۔ دام - شکاری نے پرندہ پکڑنے کے لیے دام لگایا اور بازار میں اس کے دام بھی اچھے مل گئے۔

۱۰۔ ڈال - اس نے درخت کی ڈال پر بیٹھ کر اپنا بیگ نیچے ڈال دیا۔

نیوٹن

رفیع احمد

تعارف رفیع احمد کا اصل نام رفیع الدین اور والد کا نام بدرالدین تھا۔ وہ یکم اکتوبر ۱۹۴۲ء کو مالیگاؤں میں پیدا ہوئے۔ طویل عرصے تک درس و تدریس سے وابستہ رہنے کے بعد صدر مدرّس کی حیثیت سے سبکدوش ہوئے۔ رفیع احمد بچوں کے محبوب شاعر اور نثر نگار تھے۔ انھوں نے بچوں کے لیے کئی شعری مجموعے نیز تعلیمی اور اخلاقی کتابیں لکھیں جن میں ’گل دان‘، ’آنکھ مچولی‘، ’علم کا شوق‘، ’پیارا قرآن‘، ’بڑوں کا ادب‘ وغیرہ شامل ہیں۔ رفیع احمد نے مزاحیہ مضامین بھی لکھے جو مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ ان کے مضامین میں شگفتگی کے ساتھ اصلاح کا پیغام بھی ہوتا ہے۔ مہاراشٹر ساہتیہ اُردو اکادمی نے انھیں اعزاز سے نوازا تھا۔ ۲۷/اکتوبر ۲۰۰۷ء کو مالیگاؤں میں ان کی وفات ہوئی۔

پہلی بات دنیا میں بہت سی بڑی دریافتیں غور و فکر اور سوال کرنے کی عادت سے وجود میں آئی ہیں۔ جو انسان معمولی باتوں پر بھی سوچتا اور غور و فکر کرتا ہے وہ علم کے نئے دروازے کھولتا ہے۔ ایسی ہی سوچ انسان کو کامیابی کی طرف لے جاتی ہے۔ یہ نظم ایک ایسے سائنس داں کی فکر، جستجو اور مشاہدے کو نمایاں کرتی ہے جس نے عام واقعات میں بھی خاص معنی تلاش کیے۔ اس عظیم سائنس داں کو سب آئزک نیوٹن کے نام سے جانتے ہیں جس نے دنیا کو کششِ ثقل جیسے اہم سائنسی قانون سے روشناس کرایا۔ شاعر نے نظم کے ذریعے طلبہ کو سوچنے، سوال کرنے اور تحقیق کرنے کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی ہے۔

قدرت کے رازوں کو عیاں — کرتے ہیں یہ سائنس داں
ان میں ہی نیوٹن ایک تھا — باشندہ انگلستان کا
اک باغ میں بیٹھا تھا وہ — کچھ سوچ میں ڈوبا تھا وہ
اک سیب نیچے آ گرا — دیکھا یہ اس نے ماجرا
یہ دیکھ کر آیا خیال — دل نے کیا اُس سے سوال
ڈالی سے ہوتے ہی جدا — یہ سیب نیچے کیوں گرا؟
گرتی ہے ہر شے فرش پر — جاتی نہیں کیوں عرش پر؟
اس نے کیے پھر تجربات — گزرے کئی دن اور رات
آخر کُھلا رازِ حسیں — رکھتی کشش ہے یہ زمیں
یہ راز جب افشا ہوا — چاروں طرف شہرہ ہوا

نیوٹن بنو اے دوستو! ہر بات پر سوچا کرو
ہر شے کو دیکھو غور سے دوڑاؤ گھوڑے عقل کے
پاؤ گے حِکمت کے گہر
دنیا میں ہوگے نامور

سائنس داں قدرت کے رازوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس نظم میں ایک ایسے ہی سائنس داں نیوٹن کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ نیوٹن انگلستان کا باشندہ تھا۔ وہ ایک بار درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک اس پر ایک سیب گرا۔ اس نے سوچنا شروع کیا کہ آخر یہ سیب نیچے ہی کیوں گرا؟ اس بنا پر اُس نے کئی تجربات کیے کہ اوپر سے چیزیں نیچے ہی کیوں آتی ہیں۔ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ زمین میں کششِ ثقل موجود ہے جو تمام چیزوں کو اپنی جانب کھینچتی ہے۔ نظم کے آخر میں شاعر طلبہ سے کہنا چاہتا ہے کہ ہم روزمرہ واقعات پر غور وفکر کریں تو علم وحکمت کے موتی ہمیں حاصل ہوں گے اور ہم دنیا میں نام کمائیں گے۔

معنی و اشارات

کشش رکھنا	اپنی طرف کھینچنے کی طاقت رکھنا	حکمت	کسی چیز کی حقیقت تک پہنچنا
افشا ہونا	ظاہر ہونا	گہر	موتی
شہرہ ہونا	مشہور ہونا	نامور	نام والا، مشہور
عقل کے گھوڑے دوڑانا	غور وفکر کرنا		

مشق

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ نیوٹن کون تھا؟
۲۔ نیوٹن کے ذہن میں کیا سوال آیا؟
۳۔ درخت سے کون سا پھل گرا؟
۴۔ راز کے کھلنے سے کیا ہوا؟
۵۔ غور وفکر کرنے کے لیے کون سا محاورہ استعمال کیا گیا ہے؟
۶۔ حکمت کے موتی پانے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟
۷۔ نظم میں زمین کی کس خاصیت کا ذکر کیا گیا ہے؟

آئزک نیوٹن

تلاش وجستجو

کششِ ثقل کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیجیے اور لکھیے۔

ذیل کے اشعار کو غور سے پڑھیے اور نظم کے مطابق ترتیب وار لکھیے۔

- اک باغ میں بیٹھا تھا وہ — کچھ سوچ میں ڈوبا تھا وہ
- یہ دیکھ کر آیا خیال — دل نے کیا اُس سے سوال
- قدرت کے رازوں کو عیاں — کرتے ہیں یہ سائنس داں
- نیوٹن بنو اے دوستو! — ہر بات پر سوچا کرو
- آخر کُھلا رازِ حسیں — رکھتی کشش ہے یہ زمیں

استاد کی مدد سے نیچے دیے ہوئے سائنس دانوں اور ایجادات کے ناموں کو دو الگ خانوں میں لکھیے۔

جیمس واٹ ، ٹیلی فون ، ریڈیو ، چارلس بیبیج ، بھاپ کا انجن ، مارکونی ، تھامس ایڈیسن ، گراہم بیل ، کمپیوٹر ، بجلی کا بلب

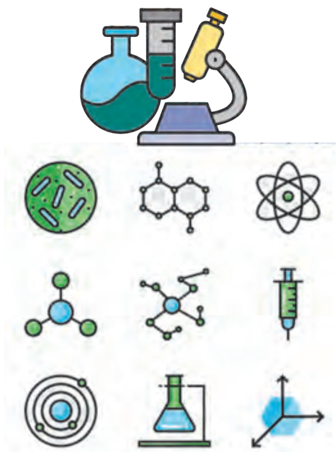

سائنس داں	ایجادات
....	....
....	....
....	....
....	....
....	....

سرگرمی/منصوبہ:

اپنے استاد کی مدد سے انٹرنیٹ یا حوالہ جاتی کتب سے چند اہم سائنس دانوں کے متعلق معلومات حاصل کر کے بیاض میں لکھیے۔

اعادہ

ذیل کے اقتباس کا مطالعہ کیجیے اور اس پر مبنی زیادہ سے زیادہ سوال تیار کیجیے۔

ایک عظیم الشان حکومت کا خلیفہ ہونے کے باوجود حضرت عمرؓ نہایت سادہ زندگی گزارتے تھے۔ ان کے لباس پر کئی پیوند ہوتے تھے۔ بہت ہی معمولی اور سادہ غذا استعمال کرتے اور مسجد کے کسی بھی گوشے میں فرش پر لیٹ جاتے تھے۔ وہ تقویٰ، پرہیزگاری، حق پرستی، راست گوئی اور عدل و انصاف کا پیکر اور اسلامی اخلاق کا بہترین نمونہ تھے۔

فاروق سیّد

۱۸ بی امّاں

تعارف فاروق سیّد ایک معروف اور کہنہ مشق صحافی ہیں۔ وہ ۵؍ستمبر ۱۹۶۸ء کو سولا پور میں پیدا ہوئے۔ تلاشِ روزگار کے سلسلے میں ممبئی ہجرت کی اور نصف صدی سے وہیں مقیم ہیں۔ گزشتہ تین دہائیوں سے وہ بچوں کا مقبول ماہنامہ 'گل بوٹے' شائع کر رہے ہیں جو دنیائے اُردو میں اپنی منفرد شناخت قائم کر چکا ہے۔ انھوں نے متعدد اداریے، مضامین، خطوط اور سفرنامے تحریر کیے ہیں۔ ماہنامہ 'گل بوٹے' میں شائع شدہ ان کے اداریوں کا مجموعہ 'چھوٹی سی بات' کے عنوان سے منظرِ عام پر آ چکا ہے۔ انھوں نے 'گل بوٹے سلور جوبلی سیریز' کے تحت ادبِ اطفال کے عنوان سے ۲۵؍ کتابیں شائع کیں۔

پہلی بات ہندوستان کی تاریخ میں آزادی کی جدوجہد ایک طویل اور کٹھن مرحلہ رہی ہے جس میں مردوں کے ساتھ خواتین نے بھی نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ انھی باہمت اور عظیم خواتین میں بی اماں کا نام نہایت احترام سے لیا جاتا ہے۔ وہ صرف ایک ماں نہیں بلکہ پوری قوم کے لیے ہمت، حوصلہ اور قربانی کی علامت تھیں۔ بی اماں نے اپنے بیٹوں کو آزادی کی راہ میں قربانیاں پیش کرنے کا حوصلہ دیا اور خود بھی تحریکِ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ذیل کا سبق ہمیں یہ پیغام دیتا ہے کہ آزادی صرف نعروں سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ قربانی، حوصلہ، اتحاد اور سچی نیت اس میں شامل ہونی چاہیے۔ بی اماں کی زندگی ہمارے لیے روشن نمونہ ہے جو ہمیں حب الوطنی، ایثار اور ثابت قدمی کا درس دیتی ہے۔

بی امّاں جن کا اصل نام عبادی بانو بیگم تھا، ہندوستان کی تحریکِ آزادی اور تحریکِ خلافت کی ایک باہمت اور بااثر شخصیت تھیں۔ وہ اَن گنت ماؤں کی نمائندہ بن کر اُبھریں۔ انھوں نے نہ صرف اپنے بیٹوں کو قربانی کے لیے تیار کیا بلکہ خود بھی میدانِ سیاست میں قدم رکھ کر قوم کی ماؤں کے لیے ایک مثال قائم کی۔

بی امّاں کی پیدائش موجودہ اُتر پردیش کے ایک معزّز مسلم گھرانے میں ۱۸۵۰ء کے آس پاس ہوئی۔ وہ بہت تعلیم یافتہ نہیں تھیں لیکن ان کے کردار اور عزم نے انھیں قوم کی رہنما بنا دیا۔ ان کے شوہر کا نام عبدالعلی خان تھا جو ریاست رامپور میں ایک اہم عہدے پر فائز تھے۔ شوہر کے انتقال کے بعد بی امّاں نے تنِ تنہا اپنے بچوں کی پرورش کی، ان کی تعلیم و تربیت کو اپنی اوّلین ترجیح بنایا۔

بی امّاں کے چھے بچے تھے؛ پانچ بیٹے اور ایک بیٹی۔ ان میں سے دو بیٹے؛ مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر 'علی برادران' کے نام سے مشہور ہوئے۔ انھوں نے خلافت تحریک کے ساتھ ساتھ تحریکِ آزادی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ بی امّاں نے اپنے بیٹوں کی تعلیم کے لیے اپنے زیورات گروی رکھ دیے تاکہ وہ علی گڑھ اور آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کر سکیں۔ ان کی اس قربانی کا اثر تاریخ پر نقش ہوا۔

تحریکِ آزادی اور تحریکِ خلافت کے رہنماؤں میں محمد علی جوہر کا نام بہت مشہور ہے۔ وہ ۱۰؍دسمبر ۱۸۷۸ء کو رامپور میں پیدا

ہوئے۔ انھوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی اور انگلستان کی آکسفورڈ یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری لی۔ ملک کی آزادی کی خاطر انھوں نے ۱۹۳۰ء میں لندن کی گول میز کانفرنس میں شرکت کی تھی۔

جب تحریکِ خلافت اپنے عروج پر تھی تب بی امّاں صرف ماں نہیں رہیں بلکہ ایک سیاسی کارکن بن گئیں۔ انھوں نے خواتین کو متحد کیا۔ جلسوں میں شریک ہوئیں، تقاریر کیں اور عورتوں کو آزادی کی جدوجہد کا حصّہ بننے پر آمادہ کیا۔ ہندوستان میں تحریکِ خلافت ۱۹۱۹ء میں شروع ہوئی تھی۔ یہ مسلمانوں کی ایک تحریک تھی جو ترکی میں قائم خلافتِ عثمانیہ کو بچانے کے لیے تھی۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد برطانیہ اور اتحادیوں نے ترکی کی خلافت کے خاتمے کی کوششیں کیں جس سے مسلمان ناراض ہوگئے اور تحریکِ خلافت وجود میں آئی۔

اکتوبر ۱۹۲۰ء میں مرادآباد کانفرنس کے تاریخی موقع پر بی امّاں نے پردے میں رہ کر تقریر کی جس کی گواہی گاندھی جی کے سکریٹری مہادیو دیسائی نے اپنی ڈائری میں دی۔ اس کانفرنس میں گاندھی جی، محمد علی جوہر، شوکت علی سمیت دیگر رہنما شریک تھے۔ تقریر کے آغاز میں بی امّاں کی آواز دھیمی تھی تو شوکت علی نے ان کے الفاظ بلند آواز سے دہرائے۔ پھر بی امّاں نے اپنی تقریر کو جوش و جذبے کے ساتھ جاری رکھا اور سامعین پر گہرا اثر ڈالا۔

دسمبر ۱۹۲۱ء میں احمدآباد میں خواتین کانفرنس ہوئی۔ اس کانفرنس کی صدارت بی امّاں نے کی۔ اپنے صدارتی کلمات میں انھوں نے کہا، ”پیاری بہنو! ہمارا پہلا فرض یہ ہے کہ ہم خدا کے ساتھ سچے اور اپنے عقیدوں پر مضبوط رہیں۔ وہ شخص جو خدا کے ساتھ وفادار نہ ہو کبھی بھی کسی حکومت کے ساتھ، جسے انسان نے قائم کی ہو، وفادار نہیں رہ سکتا۔ اپنے جذبات کو مشتعل کرکے اپنی گرفتاری کا سبب نہ بناؤ، لیکن جب وہ وقت آئے تو اس سے بھاگو بھی نہیں۔ یاد رکھو! جب ہمارے مرد جیل خانوں میں چلے جائیں گے تو آزادی کے پرچم تمھیں ہی بلند رکھنے ہوں گے۔ اب اس کا وقت آ گیا ہے کہ ہر وہ مرد اور عورت جس میں ذرّہ برابر ایمان اور خودداری ہو، اسے اپنے آپ کو خداوند تعالیٰ کی فوج کا سپاہی سمجھنا چاہیے۔ ہم ہندوستانیوں میں ہر مرد اور ہر عورت والنٹیر ہے۔ میں تم پر زور ڈال کر کہتی ہوں کہ پروردگارِ عالم کے سوا کسی سے نہ ڈرو اور اسی کے ساتھ اپنے کو کسی وقتی خیال سے مرعوب بھی نہ ہونے دو۔ ہمارے ملک کی حالت اب بہت زیادہ نازک ہے اور اس کے ساتھ ہمارا فرض بھی کچھ کم نازک نہیں ہے۔ قیدخانوں سے خوف نہ کھاؤ لیکن اسی کے ساتھ اپنی مذہبی اور سوشل زندگیوں کی ذمہ داریوں کو بھی فراموش نہ کرو۔“

ان کے یہ الفاظ صرف تقریر نہ تھے بلکہ ایک تحریک کی روح بن گئے۔ انھوں نے عورتوں کو بتایا کہ آزادی کی لڑائی صرف مردوں ہی کی نہیں ہے بلکہ عورتوں کا بھی اس میں برابر کا حصّہ ہے۔

گاندھی جی نے ایک موقع پر کہا تھا کہ بی امّاں جیسی مائیں اگر قوم میں موجود ہوں تو ہندوستان کو غلامی سے نجات دلانا ناممکن نہیں ہے۔ اینی بیسنٹ جیسی شخصیت نے بھی بی امّاں کے کردار کی تعریف کی تھی۔ خواتین نے ان سے متاثر ہوکر اپنے زیور، پیسے اور وقت کو قوم کے لیے وقف کردیا تھا۔ یہ تاریخ کا روشن باب ہے۔

بی امّاں کا انتقال ۱۲؍نومبر ۱۹۲۴ء کو ہوا۔ ان کی زندگی ایک مثالی ماں، رہنما اور مجاہدہ کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔ بی اماں کا نام نہ صرف تاریخ میں محفوظ ہے بلکہ وہ نام اَن گنت خواتین کی تحریک، قربانی اور شعور کی علامت بن چکا تھا۔

خلاصہ بی امّاں ہندوستان کی تحریکِ آزادی کی ایک باہمت اور بااثر شخصیت تھیں۔ وہ مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر کی ماں تھیں۔ وہ نہ صرف ایک فعال سیاسی کارکن بنیں بلکہ خواتین کو متحد کرنے، جلسوں میں شرکت کرنے اور عورتوں کو آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینے کی ترغیب دینے کا کام بھی انھوں نے انجام دیا۔ وہ بچوں کی تربیت میں ایمان داری، محنت، علم اور اچھے اخلاق کی پرورش کو اوّلین ترجیح دیتی تھیں اور وطن سے گہری محبت رکھتی تھیں۔ بی اماں نے اپنی زندگی میں نہ صرف اپنے بچوں کی فلاح و بہبود اور تعلیم و تربیت پر توجہ دی بلکہ ان میں دوسروں کی مدد کرنے، سچائی پر قائم رہنے اور ملک کی خدمت کرنے جیسے جذبے کو بھی فروغ دیا۔ ان کی وطن سے محبت اور بے مثال قربانیاں نہ صرف تاریخ میں محفوظ ہیں بلکہ وہ لاکھوں خواتین کے لیے قربانی، شعور اور وطن سے محبت کی زندہ مثال بن چکی ہیں۔

معنی و اشارات

ترجیح - فوقیت، برتری	**مشتعل کرنا** - بھڑکانا	**معزّز** - عزّت والا

خلافت - مسلمانوں کی حکومت۔ یہاں ایک تحریک کا نام جو ترکی خلافت کے تحفظ کے لیے ہندوستان میں چلائی گئی تھی۔

گروی - قرض لیتے وقت اپنی کوئی چیز قرض دینے والے کو دینا۔ قرض واپس نہ ہونے کی صورت میں وہ چیز قرض دینے والے کی ملکیت بن جاتی ہے۔

مشق

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ بی امّاں کا اصل نام کیا تھا؟
۲۔ بی امّاں کہاں پیدا ہوئیں؟
۳۔ بی امّاں کے شوہر کا نام بتائیے۔
۴۔ شوہر کے انتقال کے بعد بی امّاں کی اوّلین ترجیح کیا تھی؟
۵۔ کون سے دو رہنما 'علی برادران' کے نام سے مشہور ہوئے؟
۶۔ مراد آباد کانفرنس کب منعقد ہوئی تھی؟
۷۔ احمد آباد کی خواتین کانفرنس کی صدارت کس نے کی تھی؟
۸۔ بی امّاں کا انتقال کب ہوا؟

مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ بی امّاں نے اپنے بیٹوں کی تعلیم کے لیے کیا قربانیاں دیں؟
۲۔ احمد آباد کی خواتین کانفرنس میں صدارتی کلمات میں بی امّاں نے کیا کہا تھا؟
۳۔ ایک ماں اور تحریکِ آزادی کی رہنما کی حیثیت سے بی امّاں کے کردار پر روشنی ڈالیے۔

خالی جگہیں پُر کیجیے۔

۱۔ بی امّاں کے شوہر .... ریاست میں ایک اہم عہدے پر فائز تھے۔

۲۔ بی امّاں نے اپنے زیورات .... رکھے تھے۔

۳۔ محمد علی جوہر نے انگلستان کی .... یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری لی۔

۴۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء میں .... کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔

۵۔ احمد آباد خواتین کانفرنس کی صدارت .... نے کی۔

کالم 'الف' اور کالم 'ب' کی جوڑیاں لگائیے۔

کالم 'الف'		کالم 'ب'
۱۔ عبدالعلی خان		الف) احمد آباد، دسمبر ۱۹۲۱ء
۲۔ خواتین کانفرنس		ب) گاندھی جی کے سکریٹری
۳۔ علی برادران		ج) ۱۲/ نومبر ۱۹۲۴ء
۴۔ مہادیو دیسائی		د) بی امّاں کے شوہر
۵۔ بی اماں کا انتقال		ہ) مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر

وسعت میرے بیاں کی

'میری والدہ کی قربانیاں میرے لیے' اس موضوع پر اپنے خیالات تحریر کیجیے۔

اندازِ بیاں اپنا

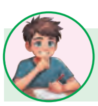

دیے ہوئے جملوں کو اس طرح دوبارہ لکھیے کہ جملے کا مفہوم تبدیل نہ ہو۔

مثال : میدان میں دھوپ تھی۔

جواب : میدان میں چھاؤں نہیں تھی۔

۱۔ بی اماں کی آواز دھیمی تھی۔

۲۔ انھوں نے گول میز کانفرنس میں شرکت کی تھی۔

۳۔ یہ تاریخ کا روشن باب ہے۔

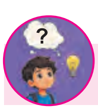

سوچیے اور جواب دیجیے۔

۱۔ اگر آپ بی اماں کے زمانے میں ہوتے تو ملک کی خدمت کے لیے کیا کام کرتے؟

۲۔ بی اماں نے اپنی زندگی میں بڑی قربانیاں دیں۔ کیا آپ آج کے دور میں کسی بات کے لیے قربانی دے سکتے ہیں؟

۳۔ بی اماں نے بیٹوں کو پڑھایا، تربیت دی اور قوم کے لیے تیار کیا۔ آپ کو اپنی ماں کی کون سی بات سب سے اچھی لگتی ہے؟

۴۔ اگر بی اماں موبائل کے دور میں ہوتیں تو وہ خواتین کو بیدار کرنے کے لیے کیا کیا طریقے اپناتیں؟

۵۔ بی اماں کے کون سے جملوں سے آپ کو ہمت ملتی ہے؟

درج ذیل بیانات کے لیے مناسب لفظ منتخب کیجیے۔

مفت تقسیم کے لیے

۱۔	اپنی چیز یا آرام کسی اور کے لیے دینا :	الف)	کانفرنس
۲۔	لوگوں سے خطاب کرنا :	ب)	پرچم
۳۔	بڑا اجتماع یا میٹنگ :	ج)	قربانی
۴۔	کسی قوم کی علامت :	د)	رہنما
۵۔	راستہ دکھانے والا :	ہ)	تقریر

سرگرمی/منصوبہ:

۱۔ ڈراما۔

ایک ڈراما پیش کیجیے جس میں جماعت کے تین طلبہ بی اماں، شوکت علی اور محمد علی بنیں۔

۲۔ ویڈیو یا آڈیو جرنل۔

بی امّاں کے طرزِ تقریر کو اپناتے ہوئے فصیح و بلیغ زبان میں مختصر ویڈیو اور آڈیو پیغام ریکارڈ کیجیے۔ 'بیٹیو، بہنو! یاد رکھو...' سے آغاز کیجیے۔

مخمور سعیدی

۱۹ اے وطن، میرے وطن

تعارف مخمور سعیدی اُردو کے ممتاز جدید شاعروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کا اصل نام سلطان محمد خان تھا۔ وہ ۳۱/ دسمبر ۱۹۳۴ء کو ٹونک (راجستھان) میں پیدا ہوئے۔ اُردو میں ایم. اے. کیا۔ اُردو اکادمی، نئی دلّی کے اسسٹنٹ سکریٹری کے عہدے پر فائز رہے۔ انھوں نے ماہنامہ تحریک، ایوانِ اُردو اور بچوں کے رسالے ماہنامہ اُمنگ کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیے۔ ان کی شاعری میں دورِ حاضر کے انسانی مسائل اور دکھوں کا اظہار نئے انداز اور منفرد اسلوب میں ہوا ہے۔ ان کی شاعری میں روایتی انداز کے ساتھ جدید لب ولہجہ بھی سنائی دیتا ہے۔ ’آواز کا جسم‘، ’واحد متکلم‘ اور ’آبگینہ‘ ان کے شعری مجموعے ہیں۔ ۲/ مارچ ۲۰۱۰ء کو ان کا انتقال ہوا۔

پہلی بات وطن ہر انسان کے دل کے قریب ہوتا ہے۔ انسان کی پہچان، اس کی زبان، ثقافت اور تہذیب وطن سے وابستہ ہے۔ وطن سے محبت فطری جذبہ ہے۔ نظم ’اے وطن میرے وطن‘ بھی اسی حب الوطنی کی ترجمان ہے جس میں شاعر نے بڑی خوب صورتی سے ہندوستان کے پہاڑ، دریا، زمین، موسم اور یہاں کے سرسبز میدان وغیرہ کو پیش کیا ہے۔

جھوم کر چلتی ہے جب برکھا کی متوالی ہوا
ابرِ رحمت بن کے برسے جب کسانوں کی دعا
ایک جشنِ نو تری دھرتی پہ ہوتا ہے بپا
تیرے نظّاروں میں آجاتا ہے تازہ بانکپن
اے وطن، میرے وطن، میرے وطن، میرے وطن

کوہساروں پر وہ بادل چھاؤنی چھاتے ہوئے
ندّیوں کے راستے وہ پیچ و خم کھاتے ہوئے
جانور سرسبز میدانوں میں اِٹھلاتے ہوئے
جھومتے پیڑوں پہ پنچھی گیت گانے میں مگن
اے وطن، میرے وطن، میرے وطن، میرے وطن

پنگھٹوں پر رنگ برساتی وہ رنگیں ساریاں
گھر کے آنگن میں مہکتی پیار کی پھلواریاں
گاؤں کی مہماں نوازی، شہر کی دلداریاں
یہ بہار اندر بہاراں، وہ چمن اندر چمن
اے وطن، میرے وطن، میرے وطن، میرے وطن

آندھیاں اُٹھتی رہیں ، طوفان بھی آتے رہے
ناخدا تیرے ، تری کشتی بچا لاتے رہے
خون کے گرداب میں بھی جھومتے گاتے رہے
کر گئے طے ہنستے ہنستے منزلِ دار و رسن
اے وطن ، میرے وطن ، میرے وطن ، میرے وطن

مجھ کو بھی دھن ہے کہ تیرے زمزمے گاتا رہوں
اپنے نغموں سے تری محفل کو گرماتا رہوں
تیرے گلشن میں صبا کی طرح لہراتا رہوں
میرے دم سے تازہ تر ہوں یہ تیرے سرو و سمن
اے وطن ، میرے وطن ، میرے وطن ، میرے وطن

خلاصۂ کلام اس نظم میں ہندوستان کی خوبصورتی اور عظمت بیان کی گئی ہے۔ ہوائیں جھوم کر چلتی ہیں، کسان کی دعائیں بارش کی بوندوں میں تبدیل ہوتی ہیں اور ہر طرف سبزہ نظر آتا ہے۔ اس کے نظاروں میں تر و تازگی آ جاتی ہے۔ پہاڑوں پر بادل چھاتے ہیں، ندیاں بہتی ہیں، میدانوں میں جانور خوش نظر آتے ہیں اور پرندے گیت گانے میں مگن ہیں۔ پنگھٹ پر عورتیں رنگ برنگے لباس میں نظر آتی ہیں۔ گاؤں کی میزبانی اور شہروں کی دلداری مشہور ہے۔ ہم محبانِ وطن نے مشکلات اور پریشانیوں کا مقابلہ کیا مگر ہمت نہیں ہاری اور ہنستے ہنستے وطن کے لیے قربانیاں دیں۔ اے وطن! میں تیری تعریف کرتا رہوں۔ میں اس گلشن میں صبا کی طرح لہراتا رہوں اور میرے دم سے اس کے باغات سرسبز و شاداب رہیں۔

معنی و اشارات

متوالی ہوا	– مست ہوا	دار و رسن	– پھانسی کا تختہ اور پھانسی کی رسّی
بانکپن	– البیلا پن	سرو	– قد آور درخت
پیچ و خم کھانا	– بل کھانا	سمن	– خوشبودار پھول
گرداب	– بھنور، گھومتے پانی کا چکر		

مشق

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ کسانوں کی دعا کے نتیجے میں کیا ہوتا ہے؟
۲۔ پہاڑوں پر بادلوں کی کون سی کیفیت بیان کی گئی ہے؟
۳۔ جانور کس ماحول میں اِٹھلاتے پھرتے ہیں؟

۴۔ ندیوں کے راستے کیسے نظر آتے ہیں؟

۵۔ پنچھی کس کام میں مگن نظر آتے ہیں؟

تفصیل سے جواب لکھیے۔

’میرے دم سے تازہ تر ہوں یہ تیرے سرو وسمن‘ سے کیا مراد ہے؟

نظم سے درج ذیل لفظوں کے تین تین ہم صوت الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

سزا ، الماریاں ، جاتے ، شرماتا

درج ذیل تراکیب/ الفاظ کا استعمال کر کے جملے بنائیے۔

۱۔ گہوارہ ۲۔ ابرِ رحمت ۳۔ مہمان نوازی ۴۔ سرسبز

سرگرمی/ منصوبہ :

اپنے گاؤں یا شہر میں موجود تین ایسے مناظر لکھیے جو اپنے وطن کی خوب صورتی میں اضافہ کرتے ہیں۔

ہدایت : جماعت میں گروہ بنا کر لفظی کھیل، بیت بازی، مختلف قسم کی پہیلیاں اور دیے ہوئے لفظوں سے نئے لفظ بنانے کے کھیل کھلائے۔

آیئے زبان سیکھیں

لہلہاتی کھیتیاں، جھومتے پیڑ، رنگین ساریاں، مہکتی پھلواریاں نظم میں شامل ایسے الفاظ ہیں جو اشیا کی خوبی، حالت یا کیفیت بتاتے ہیں۔ ایسے الفاظ کو ’**صفت**‘ کہتے ہیں۔ اس کا مطالعہ ہم گزشتہ جماعت میں کر چکے ہیں۔ درج ذیل مثالوں پر غور کیجیے۔

لہلہاتی کھیتیاں (کھیتوں کی صفت)، تازہ ہوا (ہوا کی صفت)، مہکتی پھلواری (پھلواری کی صفت)، جھومتے پیڑ (پیڑوں کی صفت)، رنگین ساریاں (ساریوں کی صفت)

صفتِ ذاتی : وہ صفت جو کسی چیز کی اپنی حالت، شکل، رنگ یا کیفیت ظاہر کرتی ہے، ’**صفتِ ذاتی**‘ کہلاتی ہے۔

مثال: لاڈلا بیٹا، پیارے بچے، اکلوتی بیٹی، مثالی ماں، مزدور آدمی

صفتِ نسبتی : وہ صفت جو کسی جگہ، شخص، موسم یا چیز کی نسبت یا تعلق کو ظاہر کرے، ’**صفتِ نسبتی**‘ کہلاتی ہے۔

مثال : عربی گھوڑا، شولاپوری چادر، ہندوستانی فوج، چینی اشیا

۲۰ حوصلے کی بلندی

محمد حسن فاروقی

تعارف محمد حسن فاروقی عبدالرشید ۲؍دسمبر ۱۹۴۱ء کو ایولہ (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئے۔ مالیگاؤں میں درس و تدریس کے فرائض انجام دینے کے بعد وہ بھیونڈی میں رہائش پذیر ہوگئے تھے۔ وہ 'بال بھارتی' اُردو لسانی کمیٹی (پونہ) کے فعال رکن اور ایک عرصے تک تعلیمی رسالے 'آموزگار' (جلگاؤں) کے نائب مدیر بھی رہے۔ تعلیمی موضوعات پر ان کے کئی مضامین شائع ہوچکے ہیں۔ 'تعلیمی منظر نامہ' اور 'میرے علمی و ادبی رہنما' ان کی تصانیف ہیں۔ ان کا انتقال ۹؍جولائی ۲۰۲۰ء کو مالیگاؤں میں ہوا۔

پہلی بات زندگی جدوجہد کا نام ہے۔ کامیابی حاصل کرنے کے لیے ہمت اور لگن ضروری ہے۔ جس انسان میں یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں وہ رکاوٹوں کو خاطر میں لائے بغیر آگے بڑھتا ہے۔ وہ اپنی کمزوریوں کی شکایت کرنے کی بجائے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے۔ کامیابیاں ایسے ہی لوگوں کے قدم چومتی ہیں۔

ہمارا اسکول دو منزلہ عمارت میں تھا۔ نچلی منزل پر پانچویں اور چھٹی جماعت کے دو ڈِویژن کے علاوہ پرنسپل صاحب کا آفس اور اسکول کا دفتر تھا۔ پہلی منزل پر ساتویں اور آٹھویں کے دو ڈِویژن، کتب خانہ، سائنس کی تجربہ گاہ بھی تھی۔

گرمی کی چھٹیوں کے بعد اسکول کُھلا تو آٹھویں جماعت میں ایک ایسے بچّے نے داخلہ لیا جس کے پیروں پر پولیو کا اثر تھا۔ ایک پیر تو بالکل ہی ناکارہ تھا لیکن دوسرے پیر میں تھوڑی بہت قوت تھی مگر وہ بیساکھیوں کے سہارے نہایت تکلیف سے زینہ چڑھ رہا تھا۔ پرنسپل صاحب نے چپراسی سے معلوم کیا تو پتا چلا کہ اس بچّے کا نام حامد ہے اور اُس نے اس سال آٹھویں جماعت میں داخلہ لیا ہے۔

پرنسپل صاحب نے آٹھویں اور پانچویں کے اساتذہ کو بلایا اور انھیں ہدایت دی کہ وہ اس سال اپنی کلاسوں کے کمرے آپس میں بدل لیں۔ ہر اسکول میں عام طور پر اس اصول کی پابندی کی جاتی ہے کہ بڑی جماعتیں اوپری منزل پر ہوتی ہیں لیکن ایک جسمانی کمزور بچّے کی خاطر پرنسپل صاحب نے اس اُصول کو بدل دیا۔

ماسٹر صاحب جماعت میں آئے۔ انھوں نے طلبہ کو بتایا کہ ان کی جماعت کل سے نچلی منزل پر اُس کمرے میں بیٹھے گی جس میں اِس وقت پانچویں بیٹھا کرتی ہے۔ آٹھویں جماعت کے طلبہ کو یہ ہدایت کچھ اچھی نہیں لگی۔ کچھ لڑکوں نے حامد کی طرف اس طرح دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں کہ یہ سب تمھاری وجہ سے ہوا ہے۔ ایک لڑکے نے اس سے کہہ

بھی دیا، ”تمھیں زینہ چڑھنے میں تکلیف ہوتی ہے اس لیے یہ حکم دیا گیا ہے۔“ حامد نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

حامد نے پرنسپل صاحب کے نام ایک خط لکھا اور اپنے استاد کو دکھایا۔ کلاس ٹیچر نے خط پڑھا، حامد کی طرف دیکھا اور پھر سوچ میں ڈوب گئے۔ وہ بڑی اُلجھن میں تھے کہ اس خط کا کیا ردِّعمل ہوگا۔ پھر کچھ سوچ کر خط لے کر پرنسپل صاحب کے پاس چلے گئے۔

استاد جماعت میں آئے تو انھوں نے بتایا کہ پرنسپل صاحب نے جماعت کو نچلی منزل پر لے جانے کا حکم واپس لے لیا ہے۔ ان کی بات ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ پرنسپل صاحب خود جماعت میں آ گئے۔ کچھ بچوں نے سوچا کہ اب حامد پر مصیبت آنے والی ہے۔ ہر ایک کے چہرے پر ایک سوالیہ نشان تھا۔ پرنسپل صاحب نے وہ خط حامد کو واپس کیا۔ خود کرسی پر بیٹھ گئے اور حامد سے کہا، ”تم خود یہ خط جماعت کے سامنے پڑھو تا کہ ان تمام کو بھی معلوم ہو کہ تم نے کیا لکھا ہے۔“ حامد نے خط پڑھنا شروع کیا۔

محترم پرنسپل صاحب، السلام علیکم!

آپ نے میری معذوری کو دیکھتے ہوئے آٹھویں جماعت کو نچلی منزل پر لے جانے کا حکم دیا ہے اور اس طرح مجھے زینہ چڑھنے کی تکلیف سے بچانے کی کوشش کی۔ میں آپ کی اس ہمدردی کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں، کم ہے۔ لیکن آپ سے ایک گزارش ہے کہ آپ اپنے حکم پر نظرِ ثانی کریں تو مجھ پر احسان ہوگا۔

میں نہیں چاہتا کہ میری یہ معذوری مجھے عام لوگوں سے الگ کر دے۔ میں اپنی اس کمزوری کے ساتھ جینا چاہتا ہوں، بالکل ان لوگوں کی طرح جو بیساکھیوں کے محتاج نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ بیساکھیاں زندگی بھر میرا ساتھ نہیں چھوڑیں گی اس لیے میں نے انھیں اپنے جسم کا حصہ سمجھ لیا ہے۔ میں بڑے ادب کے ساتھ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ بھی مجھے اس احساس کے بوجھ سے آزاد کر دیں۔ یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب مجھے ان کے ساتھ رہنے کی عادت پڑ جائے گی۔ مہربانی فرما کر مجھ پر رحم کھانے کی بجائے میری ہمّت بڑھائیے تا کہ میں اس کمزوری کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکوں۔ میں نے یہ خط لکھنے کی جسارت کی ہے، اس کی معافی چاہتا ہوں۔

آپ کا شاگرد

حامد

جماعت ہشتم (ب)

حامد خط ختم کر چکا تو پرنسپل صاحب کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے تالی بجا کر حامد کی ستائش کی۔ اسی لمحے استاد کے ساتھ ہی پوری جماعت تالیوں کے شور سے گونج اُٹھی۔ پرنسپل صاحب نے بڑے جذباتی انداز میں کہا، ”حامد! میں تمھارے حوصلے اور ہمّت کی داد دیتا ہوں۔ آٹھویں کلاس کے اس طالب علم کے بلند حوصلے سے میں بہت خوش ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بچہ بہت ترقّی کرے گا۔“ انھوں نے حامد کے سر پر ہاتھ پھیرا، دعائیں دیں اور جماعت سے رُخصت ہو گئے۔

اسکول دو منزلہ عمارت میں تھا جس میں پانچویں، چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعت کے علاوہ پرنسپل صاحب کا دفتر، کتب خانہ اور تجربہ گاہ بھی تھی۔ چھٹیوں کے بعد جب اسکول دوبارہ شروع ہوا تو حامد نامی پولیو سے متاثر ایک لڑکے نے آٹھویں جماعت میں داخلہ لیا۔ اس کی معذوری کو دیکھتے ہوئے پرنسپل صاحب نے اوپر کی جماعت نیچے اور نیچے کی جماعت اوپر تبدیل کرنے کا حکم دیا۔ طلبہ کو یہ تبدیلی ناگوار گزری جس کا قصوروار وہ حامد کو سمجھتے تھے۔ حامد نے پرنسپل صاحب کو ایک خط لکھا جس میں درخواست کی کہ وہ اپنے حکم پر نظرِ ثانی کریں کیونکہ وہ اپنی اس معذوری کے باوجود دیگر طلبہ کے ساتھ شانہ بہ شانہ چلنا چاہتا ہے۔ اس نے مزید درخواست کی کہ وہ اس کی حوصلہ افزائی کریں تاکہ وہ اس کمزوری کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکے۔ پرنسپل صاحب، طلبہ اور استاد نے تالیاں بجا کر اس کی ستائش کی۔ پرنسپل صاحب نے حامد کے بلند حوصلے کو سراہا اور اسے دعائیں دیں۔

معنی و اشارات

بیساکھی	وہ لکڑی جو پاؤں سے معذور لوگ بغل میں سہارے کے لیے لیتے ہیں	درخواست	گزارش
معذوری	جسمانی کمزوری	ڈٹ کر مقابلہ کرنا	پوری قوت سے لڑنا
نظرِ ثانی کرنا	دوبارہ غور کرنا	جسارت	ہمت
محتاج	ضرورت مند	ستائش	تعریف

مشق

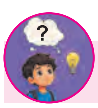

سوچیے اور بتائیے۔

۱۔ اسکول کا دفتر کس منزل پر تھا؟

۲۔ پہلی منزل پر کون کون سی جماعتیں تھیں؟

۳۔ حامد نے کس جماعت میں داخلہ لیا؟

۴۔ پرنسپل صاحب نے اساتذہ کو بلا کر کیا ہدایت دی؟

۵۔ کس جماعت کے طلبہ کو پرنسپل صاحب کی ہدایتیں اچھی نہیں لگیں؟

۶۔ حامد کا خط پرنسپل صاحب کے پاس کون لے کر گیا؟

۷۔ استاد نے جماعت میں آ کر کس بات کا اعلان کیا؟

مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ پرنسپل صاحب نے جماعتوں کے کمرے تبدیل کرنے کے لیے کیوں کہا؟

۲۔ پرنسپل صاحب کے حکم کو سن کر آٹھویں جماعت کے طلبہ نے کس ردِّ عمل کا اظہار کیا؟

۳۔ حامد نے اپنے خط میں پرنسپل صاحب سے اپنے حکم پر نظرِ ثانی کرنے کی گزارش کیوں کی؟

۴۔ حامد نے پرنسپل صاحب کے نام خط میں کیا درخواست کی؟

۵۔ پرنسپل صاحب نے خط کو سن کر حامد کی ستائش کس طرح کی؟

درست متبادل چن کر خالی جگہ میں لکھیے۔

۱۔ آٹھویں جماعت میں ایک ایسے بچے نے داخلہ لیا جس کے پیروں پر .... کا اثر تھا۔
(فیل پا ، خارش ، پولیو)

۲۔ ایک .... بچے کی خاطر پرنسپل صاحب نے اُصول کو بدل دیا۔ (معذور ، یتیم ، ناکام)

۳۔ کچھ بچوں نے سوچا کہ اب .... پر مصیبت آنے والی ہے۔ (حامد ، استاد ، چپراسی)

۴۔ میں جانتا ہوں کہ یہ .... زندگی بھر میرا ساتھ نہیں چھوڑیں گی۔ (بیساکھیاں ، تعلیم ، ہمدردی)

فقروں/محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

مصیبت آنا ، نظرِ ثانی کرنا ، ڈٹ کر مقابلہ کرنا ، جسارت کرنا ، داد دینا ، عقل کے گھوڑے دوڑانا

کس نے کس سے کہا؟

۱۔ "تمھیں زینہ چڑھنے میں تکلیف ہوتی ہے اس لیے یہ حکم دیا گیا ہے۔"

۲۔ "تم خود یہ خط جماعت کے سامنے پڑھو تا کہ ان تمام کو بھی معلوم ہو کہ تم نے کیا لکھا ہے۔"

۳۔ "میں نے یہ خط لکھنے کی جسارت کی ہے۔"

۴۔ "آٹھویں جماعت کے اس طالب علم کے بلند حوصلے سے میں بہت خوش ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بچہ بہت ترقی کرے گا۔"

تفصیل سے جواب لکھیے۔

۱۔ اگر آپ کا کوئی ساتھی معذور ہو تو اس کے ساتھ آپ کیسا سلوک کریں گے؟

الفاظ کی عربی جمع لکھیے۔

عمارت	تکلیف	منزل	حکم	خط	ہدایت
↓	↓	↓	↓	↓	↓

ہدایت: ۱۔ طلبہ سے مختلف مواقع کے لیے غیر رسمی خطوط لکھوائیے۔
۲۔ آپ کے اسکول کے خاص ضرورت مند طلبہ کی سہولت کے لیے ریمپ اور گرِل لگانا ضروری ہے۔ اس کے لیے صدر مدرّس کے نام خط لکھیے۔

سرگرمی/منصوبہ:

نیچے دیے ہوئے مقامی بولی کے الفاظ اور ان کے لیے استعمال ہونے والے معیاری الفاظ پڑھیے اور اس طرح کے دیگر الفاظ تلاش کر کے اپنی بیاض میں لکھیے۔

کُبڑی – بیساکھی ، سیڑھی – زینہ ، دودھیا – لوکی ، کلنگڑ – تربوز ، مسکا لگانا – خوشامد کرنا۔

مفت تقسیم کے لیے

جملے کی قسمیں

بیانیہ جملہ

درج ذیل جملوں کو پڑھیے:

۱۔ مال تقسیم کر دیا۔ ۲۔ قیمت ادا کر دی۔ ۳۔ قحط پڑا ہوا تھا۔

ان جملوں سے ہمیں کچھ باتوں کا پتا چلتا ہے۔ ایسا جملہ جس سے کسی واقعے کی خبر ملتی ہو یا کسی بات، واقعے یا خبر کو بیان کیا جائے 'بیانیہ جملہ' کہلاتا ہے۔

مثبت جملہ

جب کسی جملے سے کسی کام کے ہونے یا کرنے کی خبر ملتی ہو اسے 'مثبت جملہ' کہا جاتا ہے۔

منفی جملہ

انھی جملوں کو اس طرح دیکھیے:

۱۔ مال تقسیم نہیں کیا۔ ۲۔ قیمت ادا نہیں کی۔ ۳۔ قحط نہیں پڑا تھا۔

اگر مثبت جملے میں 'نہیں' یا 'نہ' کا اضافہ کر دیا جائے تو وہ 'منفی جملہ' بن جاتا ہے۔

استفہامیہ جملہ

جس جملے میں کوئی بات پوچھی جائے یا مبتدا کے بارے میں کوئی سوال کیا جائے اسے 'استفہامیہ جملہ' کہتے ہیں۔ ہم اسے سوالیہ جملہ بھی کہتے ہیں۔ اس قسم کے جملوں میں کچھ خاص الفاظ مثلاً کیا، کیوں، کون، کہاں، کسے، کیسے وغیرہ استعمال کیے جاتے ہیں۔ جملے کے خاتمے پر سوالیہ نشان (؟) لگایا جاتا ہے۔

مثال: نیوٹن کون تھا؟ قتیلؔ شفائی کا اصل نام کیا تھا؟ حضرت عمرؓ کہاں پیدا ہوئے؟

امریہ/حکمیہ جملہ

درج ذیل جملوں کو غور سے پڑھیے:

۱۔ جا کے امی سے اور مانگ لاؤ۔ ۲۔ مجھے معاف کر دو۔ ۳۔ اُٹھو کھانا کھا لو۔ ۴۔ اس کا برا نہ ماننا۔

ان جملوں میں 'مانگ لاؤ، برا نہ ماننا' ان الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ کوئی حکم دیا جا رہا ہے اور 'اُٹھو، کھا لو، معاف کر دؤ' سے معلوم ہوتا ہے کہ بولنے والا کسی سے درخواست کر رہا ہے۔ 'برا نہ ماننا' کہہ کر کسی کام کو نہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

جس فعل سے کسی بات کا حکم دیا جائے یا منع کیا جائے یا درخواست اور نصیحت کی جائے، اس فعل کو 'امر' کہتے ہیں۔ جس جملے میں اس قسم کے احکامات ہوں اسے 'امریہ جملہ' کہا جاتا ہے۔

ہافکن انسٹی ٹیوٹ

ہافکن انسٹی ٹیوٹ کا نام سنتے ہی ہمارے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کوئی غیر ملکی ادارہ ہوگا جو انسانی خدمت انجام دے رہا ہے۔ جو لوگ ممبئی میں رہتے ہیں ان میں سے اکثر نے تو اسے دیکھا بھی ہوگا۔ اس ادارے کی عمارت بڑی عالیشان اور جاذبِ نظر ہے۔ یہاں بڑے اہم انجکشن تیار کیے جاتے ہیں جن کا ٹیکہ لگانے سے آدمی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کے مقابلے کا کوئی دوسرا ادارہ پورے ایشیا میں نہیں ہے۔ اس ادارے کے قیام کی تاریخ بھی بڑی دلچسپ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جہاں ہافکن انسٹی ٹیوٹ کی عمارت ہے وہاں پر انگریزوں کے دورِ حکومت میں ممبئی کے گورنر کی کوٹھی ہوا کرتی تھی۔ اتفاقاً ۱۸۹۶ء میں پلیگ کی وبا سارے ممبئی میں پھیل گئی۔ لوگ گھر بار چھوڑ کر جانے لگے۔ گورنر کی یہ کوٹھی بھی خالی رہ گئی۔ اِسے عارضی طور پر ایک اسپتال میں تبدیل کر دیا گیا۔ اسی اسپتال میں ہافکن انسٹی ٹیوٹ قائم ہوا۔ اس ادارے کا نام ایک روسی سائنسداں ہافکن کے نام پر رکھا گیا۔ یہ بات کچھ عجیب سی معلوم ہوگی کہ ہندوستان کے اس ادارے کا نام آخر روسی سائنس داں کے نام پر کیوں رکھا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ روسی سائنس داں ۱۸۹۳ء میں کولکاتا میں انسدادِ ہیضہ کے انجکشن کا تجربہ کرنے کے لیے ہندوستان آیا تھا اور ٹھیک اسی زمانے میں ہندوستان کے اکثر شہروں میں پلیگ کی وبا پھوٹ پڑی تھی۔ لہٰذا حکومت نے ہافکن سے درخواست کی کہ وہ پلیگ یا طاعون پھوٹنے کی وجوہات کا پتا لگائے اور اگر ہو سکے تو اس کے انسداد کا حل بھی تلاش کرے۔ لوئی پاسچر کے اس ذہین شاگرد نے ۱۸۹۹ء میں پلیگ ریسرچ لیباریٹری کی بنیاد ڈالی۔ اس لیباریٹری میں پلیگ کے سلسلے میں کئی بنیادی تحقیقات ہوئیں۔ جراثیمی امراض کی تشخیص اور علاج کی بڑھتی ہوئی ضرورت اور اہمیت کی وجہ سے اس لیباریٹری کی مزید توسیع کی گئی۔ اور پھر اسی ادارے میں پلیگ کے علاوہ دوسرے مُتعَدّی امراض کی تحقیق کا کام بھی شروع کیا گیا۔ چونکہ کام بہت بڑے پیمانے پر ہونے لگا تھا اور اس لیباریٹری کی نوعیت بدل گئی تھی اور مختلف قسم کی تحقیقات ہونے لگی تھیں، ۱۹۰۶ء میں اس کا نام بدل کر بمبئی بیکٹیریالوجیکل لیباریٹری رکھ دیا گیا۔ تحقیقی کاموں کا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ نئے نئے انجکشن بنائے جانے لگے جن سے ہزار ہا انسانوں کی جانیں محفوظ رہتی ہیں۔

۱۹۲۵ء میں بجا طور پر اس لیباریٹری کا نام اس کے بانی کے نام پر ہافکن انسٹی ٹیوٹ رکھا گیا جس کی خدمات سے نوعِ انسانی

کو عام طور پر اور ہندوستان کے لوگوں کو خاص طور پر کثیر فائدے پہنچے۔

موجودہ عمارت جو پریل (ممبئ) کے علاقے میں ہے، ایک نہایت عمدہ اور وسیع قطعۂ زمین پر بنی ہوئی ہے۔ یہ تین منزلہ خوب صورت عمارت ہے جو جدید ترین تحقیقاتی آلات سے آراستہ و پیراستہ ہے۔

فی الحال ہافکن انسٹی ٹیوٹ میں کم و بیش گیارہ شعبے ہیں جہاں مختلف بیماریوں کے انجکشن تیار کیے جاتے ہیں۔ پلیگ کے انجکشن تو اس ادارے کے قیام سے لے کر آج تک تمام بھارت میں یہیں سے فراہم کیے جا رہے ہیں۔ ۱۹۳۴ء سے یہاں بڑے پیمانے پر ہیضہ، ٹائفائڈ (میعادی بخار) کے انسدادی انجکشن بھی تیار کیے جا رہے ہیں۔ اس ادارے میں آج سائنس کے بہت سارے تحقیقاتی طالب علم تحقیقاتی کاموں میں مصروف ہیں۔ ڈفتھیریا، تشنج اور کالی کھانسی جیسے امراض کے انسدادی انجکشن کے لیے بھی ایک شعبہ ہے جو بڑے پیمانے پر انجکشن تیار کرتا ہے۔ ایسے امراض جو وائرس کے ذریعے پھیلتے ہیں ان کے انسدادی انجکشن بھی تیار کرنے کے لیے علیحدہ شعبہ قائم ہے۔ اسی شعبے سے کتے کے کاٹنے پر دیے جانے والے انجکشن فراہم کیے جاتے ہیں۔

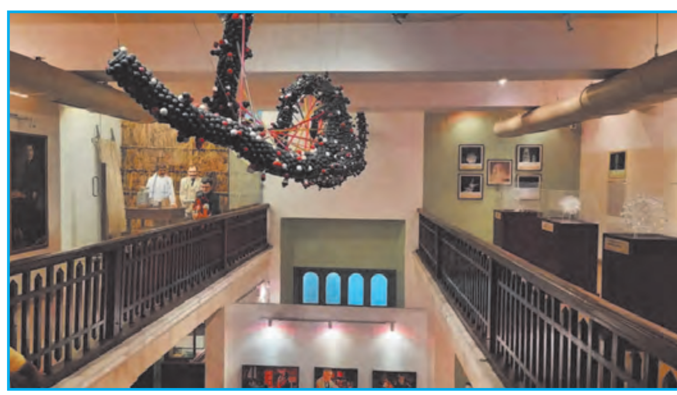

دواسازی کا بھی الگ شعبہ یہاں قائم ہے جہاں دواؤں کی جانچ بھی کی جاتی ہے۔ ایسی دوائیں جن میں ملاوٹ کا شبہ ہوتا ہے، جانچ کے لیے یہاں بھیجی جاتی ہیں۔ یہاں کے دوسرے اہم شعبوں میں دو ایسے شعبے ہیں جہاں کیڑے مکوڑے سے پھیلنے والے امراض کی تشخیص ہوتی ہے اور اسہال، پیچش جیسے امراض کی بھی جانچ ہوتی ہے۔ سانپ کے زہر کے علاج کے انجکشن بھی یہیں تیار ہوتے ہیں۔ یہ ادارہ نہ صرف ملک کی طبّی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے بلکہ بیرونی ممالک کو بھی ادویات فراہم کرتا ہے۔

غرض ہافکن انسٹی ٹیوٹ ایک نہایت اہم ادارہ ہے جس نے انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ ہم اس کے قیام اور اس کی کارکردگی پر جتنا فخر کریں کم ہے۔ اسی ادارے سے متعلق ایک کتب خانہ ہے جس میں بیس ہزار سے زیادہ کتابیں ہیں اور جہاں دو سو پچاس طبّی اور سائنسی رسائل بھی آتے ہیں۔

بیربل کی حاضر جوابی

(۱)

ایک بار کسی درباری نے اکبرِ اعظم سے کہا، ''جہاں پناہ! بیربل اگرچہ عقل مند آدمی ہے مگر خاکسار کا اپنے بارے میں خیال ہے کہ بیربل کی جگہ اگر آپ مجھے عنایت فرمائیں تو شاید آپ کا یہ نمک خوار بیربل سے زیادہ اچھا کام کرے گا اور زیادہ حاضر جوابی اور ہنرمندی کا ثبوت دے گا۔'' اکبر نے اُس سے کہا، ''اس میں شک نہیں کہ تم ایک قابل، پڑھے لکھے اور سمجھ دار آدمی ہو لیکن میرے خیال میں شاید تم بیربل کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔'' وہ شخص اصرار کرتا رہا تو اکبر نے کہا، ''اچھا اس کا فیصلہ کل دربار میں ہو جائے گا کہ تم بیربل کی جگہ لینے کے اہل ہو یا نہیں۔ ساتھ ہی تمھاری عقل مندی، فراست اور حاضر جوابی کا امتحان بھی ہو جائے گا۔''

چنانچہ دوسرے دن دربار میں اکبر بادشاہ نے اُس شخص سے ایک عجیب و غریب سوال کیا، ''بتاؤ اس وقت جو لوگ دربار میں بیٹھے ہیں ان کے دلوں میں کیا ہے؟''

وہ شخص اکبر کا یہ سوال سن کر سٹپٹا گیا اور کہنے لگا، ''حضور! یہ میں کیسے جان سکتا ہوں کہ ان سب کے دلوں میں کیا ہے اور وہ اس وقت کیا سوچ رہے ہیں؟ کسی کے دل کا حال معلوم کرنا تو ناممکن ہے۔''

پھر یہی سوال اکبر نے بیربل سے کیا، ''بیربل! کیا تم بتا سکتے ہو اس وقت یہاں موجود لوگوں کے دلوں میں کیا ہے؟''

''جی ہاں، کیوں نہیں۔'' بیربل نے جواب دیا۔ ''حضور! سب لوگوں کے دلوں میں ہے کہ مہابلی کی سلطنت ہمیشہ قائم رہے۔ اگر یقین نہ ہو تو آپ ان سے دریافت کر لیجیے کہ میں سچ کہہ رہا ہوں یا جھوٹ۔''

بیربل کی یہ دانش مندانہ بات سن کر تمام درباری ہنسنے لگے اور اکبر بھی مسکرائے بغیر نہیں رہ سکے۔

(۲)

ایک دفعہ بیربل کی کسی بات پر خوش ہو کر اکبرِ اعظم نے اُن کو انعام کے طور پر جاگیر دینے کا وعدہ کر لیا۔ جب کافی وقت انتظار میں گزر گیا اور جاگیر نہیں ملی تو بیربل نے ایک دن موقع دیکھ کر اکبر بادشاہ کو جاگیر دینے کے وعدے کی یاد دہانی کرائی۔ بادشاہ اکبر نے اس بات پر کوئی توجہ نہیں دی اور دوسری طرف گردن موڑ لی۔

کچھ دنوں بعد بیربل اور بادشاہ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک اونٹ دکھائی دیا۔ بادشاہ کی طبیعت میں مزاح اور تجسّس دونوں ہی تھے، اس لیے اونٹ کی طرف دیکھ کر بیربل سے پوچھ بیٹھے، ''بیربل! اونٹ کی گردن ٹیڑھی کیوں ہوتی ہے؟'' بیربل جاگیر کے بارے میں کئی بار یاد دہانی کرا چکے تھے اس لیے موقع دیکھ کر فوراً بولے، ''حضور! اس نے بھی کسی کو جاگیر دینے کا وعدہ کر لیا ہوگا۔'' بادشاہ بیربل کی بات کی تہہ تک پہنچ گئے اور انھوں نے بیربل کو جاگیر عطا کر دی۔

پیارے طالب علم دوستو اور سہیلیو!

اگر آپ کو کسی نے نامناسب طریقے سے چھوا تو آپ بے چین ہو گئے ہوں گے، اس پر آپ بالکل خاموش نہ رہیں۔ اگر ایسا ہوتا ہے، تو آپ کو درج ذیل کام کرنے چاہئیں۔

1) اپنے آپ کو موردِ الزام نہ ٹھہرائیں۔

2) آپ کو جس پر بھروسہ ہے اسے اس واقعے کے بارے میں بتائیں۔

3) آپ پوکسو ای-باکس کے ذریعے آپ کے حقوق کے تحفظ کے لیے قائم کردہ قومی کمیشن کو بھی مطلع کر سکتے ہیں۔

جب کوئی آپ کو نامناسب طریقے سے چھوتا ہے تو آپ کو بُرا لگ سکتا ہے، آپ اُلجھن محسوس کر سکتے ہیں، آپ بے بسی محسوس کر سکتے ہیں، لیکن 'بُرا' محسوس کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، کیونکہ یہ آپ کی غلطی بالکل نہیں ہے۔

اس بٹن کو دبائیں۔

POCSO یہ **e-box** ویب سائٹ : **ncpcr@gov.in** پر دستیاب ہے۔

اگر آپ کی عمر 18 سال سے کم ہے اور آپ کو ہراساں کیا گیا ہے، آپ اُلجھن میں ہیں، پریشان ہیں یا تناؤ کا شکار ہیں، یا کسی ایسے بچّے کے بارے میں جانتے ہیں جسے ہراساں کیا گیا ہے، تو **1098** پر رابطہ کریں۔ اس طرح آپ کی اور دوستوں کی زندگی بدل سکتی ہے۔

CHILD LINE 1098 NIGHT & DAY

چائلڈ لائن 1098: یہ ایک 24 گھنٹے والی ٹول فری قومی فون سروس ہے۔ یہ چائلڈ لائن فاؤنڈیشن کی طرف سے شروع کی گئی ایک پہل ہے، جسے وزارت برائے ہنگامی حالات برائے خواتین اور بچوں کی ترقّی نے متاثرین کے لیے شروع کیا ہے۔

नए समाज की ओर
Towards a new dawn

- ہدایت: طلبہ کو محفوظ اور غیر محفوظ لمس کے تعلق سے معلومات دیں۔

राज्यगीत

जय जय महाराष्ट्र माझा, गर्जा महाराष्ट्र माझा
जय जय महाराष्ट्र माझा, गर्जा महाराष्ट्र माझा ।।धृ।।

भिती न आम्हा तुझी मुळी ही गडगडणाऱ्या नभा
अस्मानाच्या सुलतानीला जबाब देती जिभा
सह्याद्रीचा सिंह गर्जतो शिव शंभू राजा
दरी दरीतून नाद गुंजला महाराष्ट्र माझा
जय जय महाराष्ट्र माझा, गर्जा महाराष्ट्र माझा ।।१।।

काळ्या छातीवरी कोरली, अभिमानाची लेणी
पोलादी मनगटे खेळती, खेळ जीवघेणी
दारिद्र्याच्या उन्हात शिजला
निढळाच्या घामाने भिजला
देश गौरवासाठी झिजला
दिल्लीचे ही तख्त राखितो, महाराष्ट्र माझा
जय जय महाराष्ट्र माझा, गर्जा महाराष्ट्र माझा
जय जय महाराष्ट्र माझा ।।२।।

समग्र शिक्षा
Samagra Shiksha
(مُفت تقسیم کے لیے)

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پُستک نِرمتی وابھیاس کرم
سنشودھن منڈل، پونہ - ۴۱۱۰۰۴ -
उर्दू बालभारती इयत्ता सहावी (उर्दू माध्यमासाठी)